نور و نار
پروفیسر ڈاکٹر محمدؐ مسعود احمد

نور و نار

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ضیاء القرآن پبلی کیشنز ـــــ لاہور ۲

۸۶ء

مصنف ———— پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

تصنیف ———— "نور و نار"

کاتب ———— خوشی محمد ناصر قادری

طابع ————

مطبع ———— کاروان پریس لاہور

ناشر ———— ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

اشاعت ———— اوّل

طباعت ———— اگست ۱۹۸۶ء

تعداد ———— ایک ہزار (۱۰۰۰)

قیمت ———— ۵۰/ء

ملنے کا پتہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور نمبر ۲

فون: ———— ۶۳۴۶۴

اِنتساب

توحید کے اُن پرستاروں کے نام

- جنھوں نے محبّت کے چراغ روشن کئے۔
- جنھوں نے اَدب کا سلیقہ سکھایا۔
- جو رمز شناسِ اَدب تھے۔
- جادۂ اَدب سے جن کا نہ خیال بھٹکتا تھا، نہ زبان بہکتی تھی، نہ قدم ڈگمگاتے تھے۔
- جو حریمِ جاناں میں نیچی نگاہوں سے بیٹھے رہتے تھے۔
- حضورِ یار جن کی آواز بلند نہ ہوتی تھی۔
- جو آتے تھے تو اُس کی اِجازت سے، بیٹھتے تھے تو اُس کی اِجازت سے، اُٹھتے تھے تو اُس کی اِجازت سے۔
- جنھوں نے اپنا جان و مال محبُوب کے قدموں پر نچھاور کر دیا تھا۔
- جو اَدب کو جانِ ایمان سمجھتے تھے۔
- جو اَدب ہی کے لِئے جیتے تھے اور اَدب ہی کے لِئے مرتے تھے۔

مسعُود

نعت شریف

از

(حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ رحمۃ اللہ علیہ مرشدِ طریقت مولوی رشید احمد گنگوہی)

اچھّا ہُوں یا بُرا ہُوں، غرض جو کچھ بھی ہُوں، سو ہُوں
پَر ہُوں تمہارا، تم میرے مختار یا رسُول!

جس دن تم عاصیوں کے شفیع ہو گے پیشِ حق
اُس دِن نہ بھُولنا مجھے زِنہار یا رسُول!

تم نے بھی گر نہ لی خبر اس حالِ زار کی
اَب جائے کہاں، بتاؤ، یہ لاچار یا رسُول!

دونوں جہاں میں مجھ کو وسیلہ ہے آپ کا
کیا غم گرچہ ہُوں مَیں، بہت خوار، یا رسُول!

کیا ڈر ہے اُس کو لشکرِ عصیان و جُرم سے
تُم سا شفیع ہو، جس کا مددگار، یا رسُول!

ہو آستانہ آپ کا، اِمداد کی جبیں
اَور اس سے زیادہ کچھُ نہیں، درکار، یا رسُول!

حاجی امداد اللہ مہاجر مکّیؒ: گُل زارِ معرفت، مطبوعہ بلالی رُحانی پریس
ساڈھورہ، ضِلع انبالہ، (طبع قدیم)، ص ۶-۷

فہرس

○

باسمہٖ تعالیٰ

حرفِ آغاز

عقیدۂ توحید بڑی قوّت ہے ــــــ بڑی زبردست قوّت ــــــ
اس کا پرستار کبھی رُسوا ہو نہیں سکتا ــــــ مگر عقیدۂ توحید وُہ نہیں جو ابلیس نے پیش کیا کہ انبیاء و اَولیاء سے پیٹھ پھیر کر بس اللہ کی طرف متوجّہ ہو جایئے ــــــ وُہ عقیدۂ توحید جو قرآن نے پیش کیا کہ دل میں انبیاء و اَولیاء کی محبّتیں اور عظمتیں لِئے اللہ کی طرف متوجّہ ہو جایئے۔

اِقبال نے سچ کہا تھا کہ ہماری بدنصیبی و بدبختی یہ ہے کہ ہمارے جوان اسلاف سے بے تعلّق ہو گئے ــــــ اِس میں شک نہیں کہ انبیاء و اولیاء کی محبّتیں قلب مسلم کے لِئے ایک قسم کے لنگر ہیں ــــــ یہ لنگر ٹوٹ جائیں تو اِنسان کہیں کا نہیں رہتا ــــــ پھر نہ اللہ کا اِحترام رہتا ہے ــــــ نہ بیت اللہ کا ــــــ جب زمین پر کوئی بُنیاد ہی نہیں تو عمارت کو زمین بوس ہونا ہے ــــــ قرآن سے یہی ثابت ہو رہا ہے ــــــ اور قرآن سے بڑھ کر کس کی شہادت ہے ؟

ــــــ وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ــــــ اِبلیس نے اس لنگر کو توڑا، بس اللہ ہی سے رِشتہ جوڑا، آدم سے مُنہ موڑا ــــــ اس کا انجام جو کچھ ہونا تھا وُہ ہُوا ــــــ قوّتِ قلب و نظر کے لِئے اللہ کے ساتھ ساتھ اللہ کے محبوب بندوں سے بھی دِل شاد و آباد ہونا چاہیئے ــــــ لیکن اب بھی کوششیں ہو رہی ہیں کہ انبیاء و اَولیاء سے عشق و محبّت کا جو بندھن بندھا ہوا ہے اُس کو توڑ دیا جائے ــــــ شکست و ریخت کی اِس مہم کا توحیدِ خالص کے نام سے پرچار کیا جا رہا ہے

بنگلہ دیش کے ایک عالم مولانا محمد عبدالکریم (پرنسپل) نے لکھا کہ وہاں "توحید خالص" کے پردے میں بھولے بھالے مسلمانوں کو گمراہ کیا جارہا ہے ــــــــ موصوف نے ایک مقالے کی فرمائش کی، مقالہ لکھ کر بنگلہ زبان میں ترجمہ و اشاعت کے لئے ان کو بھیج دیا گیا ــــــ احباب کے اصرار پر اب اُس کا اُردو متن قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

یہ جو کچھ لکھا گیا خدمتِ دین کے جذبے اور ملّتِ اسلامیہ کے درد نے لکھوایا ــــــ یہ تحریر کسی شخص کے خلاف نہیں بلکہ گستاخیوں کے خلاف ہے ــــــ نفرت کے خلاف اور محبّت کی حمایت میں ایک صدائے درد ہے ــــــ اس کا اِسی جذبے کے تحت مطالعہ کیا جانا چاہیے ــــــ بے شک گستاخیوں کے ساتھ ساتھ گستاخوں کا ذکر بھی آیا ہے ــــــ اس میں، میں مجبور تھا ــــــ گستاخانہ عبارات بار بار چھاپ کر شائع کی جارہی ہیں ــــــ نہ کی جاتیں تو شاید ذکر کی نوبت نہ آتی اور احتساب کی ضرورت پیش نہ آتی ــــــ مگر ان عبارات کا زہر افرادِ ملّت کے ذہنوں میں سرایت کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے اور وہ غیر شعوری طور پر ایک ایسی سمت جارہے ہیں جہاں ابلیس نے لے جانے کا عزمِ مصمّم کیا تھا اور قسم کھا کر کہا تھا کہ میں تیرے بندوں کو ضرور بالضرور بھکاؤں گا ــــــ اِس لئے ضروری سمجھا کہ اس زہر کا تریاق تیار کیا جائے، تاکہ مسموم قلب و نظر بے ادبی و گستاخی کی گھٹن سے نکل کر محبّت و ادب کی کھلی فضاؤں میں سانس لے سکیں ــــــــ

پاکستان ایک اسلامی نظریاتی مملکت ہے ــــــ مناسب یہ ہے کہ ایک قطعی معیار قائم کرکے اسلامی مذہبی کتابوں کو پرکھ کر کھرا اور کھوٹا الگ کر دیا جائے دورِ جدید میں اچھی کتاب سے زیادہ مفید کوئی شے نہیں اور بُری کتاب سے خطرناک کوئی ہتھیار نہیں ــــــ اِس لئے بڑے پیمانے پر کتابوں کی چھان پھٹک ضروری

ہے ——— معیار یہ ہونا چاہیئے کہ ایسی کتابیں :-

- جن میں اللہ کی شان میں گستاخیاں ہوں۔
- جن میں رسُول اللہ کی شان میں گستاخیاں ہوں۔
- جن میں اسلام کی شان میں گستاخیاں ہوں۔
- جن میں اہل بیت اور ازواجِ مطہرات کی شان میں گستاخیاں ہوں۔
- جن میں صحابہ کی شان میں گستاخیاں ہوں
- جن میں اولیاء اللہ کی شان میں گستاخیاں ہوں۔

ان پر پابندی نہ لگائی جاسکے تو کم از کم ایسی گستاخانہ عبارات و کلمات کو نکال دیا جائے جو قلبِ مسلم کے لئے کرب ناک اور تکلیف دہ ہوں ——— اصل میں یہ حذف و ترمیم کسی فرقے یا جماعت کے خلاف نہ ہوگی بلکہ نفرت و بے ادبی کے خلاف ہوگی اور حقیقت یہ ہے کہ نفرت و بے ادبی کسی رعایت کی مستحق ہی نہیں ——— ہاں یہ بات ضرور ہے کہ یہ فیصلہ کون کرے کہ عبارات گستاخانہ ہیں یا نہیں۔ سو اس کے لئے طریقۂ کار یہ ہونا چاہیئے کہ کتاب جس زبان میں ہو اُس کے ماہر کے سامنے وُہ عبارات پیش کی جائیں اور اس سے دریافت کیا جائے ——— یہ اس لئے ضروری ہے کہ بعض گستاخانہ عبارات زبان و ادب کے دائرے میں آتی ہیں اور حریمِ محبّت میں زبان کی ادنیٰ لغزش پر بھی سخت گرفت ہوتی ہے ——— یہاں دل و زبان دونوں کو قابو میں رکھنا پڑتا ہے ——— ذرا زبان بے قابو ہوئی اور ایمان رُخصت ہوا ——— بے شک ایمان کی سلامتی ادب میں ہے ——— ادب کی باتیں عقل نہیں بتا سکتی، یہ باتیں دِل بتاتا ہے اس لئے بے ادبی کا حال اہلِ ادب سے پوچھئے ——— اہلِ زبان سے پوچھئے ——— اور بے ادبی کا مآل اہلِ شریعت سے پُوچھئے ———

اِس مقالے کا نام "نُور و نار" اِس لئے تجویز کیا ہے کہ اس میں اُس پیکرِ نُورانی کا ذِکر ہے

جس کے متعلق حق جلّ مجدہٗ نے اعلان فرمایا :-

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ [1]

(ترجمہ) بے شک، اللہ کی طرف سے تمہارے پاس ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

ہاں اس ذاتِ قدسی صفات کی شان میں گستاخیوں اور زباں درازیوں کی ایک آگ سلگائی گئی اور خوب دہکائی گئی مگر آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ صحیحہ کی موسلا دھار بارش نے اس آگ کو اس طرح ٹھنڈا کر دیا جس طرح ابراہیم علیہ السّلام پر نارِ نمرود کو ٹھنڈا کر دیا گیا تھا ـــــــ دہکتی آگ کو ارشادِ ربّانی ہو رہا ہے :-

يٰنَارُ كُوْنِىْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۝ [2]

(ترجمہ) اے آگ ٹھنڈی اور سلامتی ہو جا ابراہیم پر۔

ہاں وہ اپنے محبوبوں پر ایسے ہی مہربان ہیں ؎

نارِ نمرود کو کیا گل زار
دوست کو یوں بچا لیا تو نے

اور حضرت عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو اس ٹھنڈک میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی جھلک دیکھ رہے ہیں اور فرما رہے ہیں ؎

یا برد نار الخلیل ، یا سببا
لعصمة النار وھی تحرّق!

(ترجمہ) اے نارِ خلیل کی ٹھنڈک! ـــــــ اے وہ جس نے جلتی آگ سے خلیل کو بچا لیا۔!

---

[1] القرآن الحکیم، سورہ المآئدہ، ۱۵

[2] القرآن الحکیم، سورہ الانبیآء : ۶۹

کس کی مجال کہ ایسے محبوب کے لئے آگ سلگائے! ـــــ یہاں جلنے والی آگ بھی نہیں جلتی ـــــ ٹھنڈی ہو ہو جاتی ہے، مگر ـــ

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بُو لہبی

نُور و نار کی یہ جنگ جاری ہے ـــــ ابلیس نے گستاخئ رسُول کی جو آگ جلائی تھی وُہ کبھی کبھی بھڑک اُٹھتی ہے ـــــ مگر نار کی سوزشیں، نور کی تابشوں کے سامنے ماند پڑ جاتی ہیں اور پھر نور ہی نور نظر آتا ہے۔ ع

دِل نور، جگر نُور، زباں نور، نظر نُور

میرے بزرگو! اور میرے عزیزو! ـــــ دِل کو عقیدۂ توحید سے مضبُوط و قوی کرو کہ دِل ناتوان و کمزور ہے ـــــ ہاں یہ مضبُوط و قوی ہو گا تو محمّد مُصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کی محبّت سے ـــــ انبیا علیہم السّلام کی محبّت سے ـــــ اہل بیت کی محبّت سے ـــــ صحابۂ کرام کی محبّت سے ـــــ اولیاءِ عظام کی محبّت سے ـــــ عُلماءِ حق کی محبّت سے ـــــ جو گلشنِ توحید کے گُل بُوٹے ہیں ـــــ جو معرفتِ الٰہی کے وسیلے ہیں ـــــ جس طرح بے برگ و بار درخت کو پہچاننا مشکل ہے اُسی طرح ان حضرات کی محبّت و رہنمائی کے بغیر شجرِ توحید کی حقیقت کا پانا مشکل ہے ـــــ جس طرح آلاتِ مادیہ اور قوائے رُوحانیہ کے بغیر فضاؤں کی بلندی تک پہنچنا ناممکن ہے اُسی طرح ان حضرات کو دیکھے بغیر عقل کا آگے بڑھنا اور معرفتِ الٰہی کا حاصل کرنا ناممکن ہے ـــــ عقل کی اِس دُنیا میں عقل کی بات کیجئے ـــــ برگ و بار دیکھ کر درخت کو پہچانئے ـــــ اِن سہاروں کو لے کر آگے بڑھیئے ـــــ قرآن کا یہی حکم ہے ـــــ اللہ اللہ! قرآن کھولتے ہی پیاروں اور محبُوبوں کا ذِکر شروع ہو جاتا ہے ـــــ اِرشاد ہوتا ہے :-

"ہم کو سیدھی راہ پر چلا، اُن لوگوں کی راہ جن پر تُو نے اِنعام فرمایا نہ ان لوگوں کی جن پر تیرا غضب نازل ہوا۔"

یہاں حزب اللہ اور حزب الشیطان کا ذِکر فرما کر حق کو باطل سے ممتاز کر دیا اور بتا دیا کہ حزب اللہ وُہی ہے جو انبیاء علیہم السّلام اور حضرات اہل اللہ سے محبّت کرے ــــــ اُن کے نقش قدم کو پانے کی دُعا کرے ــــــ اُن کے راستے پر چلنے کی آرزو کرے ــــــ اور جب وُہ نقشِ قدم مِل جاتے ــــــ اور جب وُہ راستہ پالے ــــــ تو دِل و جان سے اُس پر چل کر منزلِ مقصُود کو پالے ــــــ بے شک انہیں کے نشانِ قدم منزلِ مقصُود کا پتا دیتے ہیں۔ اِسی لِئے فرمایا "سچّوں کے ساتھ ہو جاؤ" ــــــ

ہاں ؎

چاہیئے اچھّوں کو جتنا چاہیئے
یہ اگر چاہیں تو پھر کیا چاہیئے؟

احقر محمّد مسعُود احمد عفی عنہ

(پرنسپل، ڈگری کالج، ٹھٹّھہ)
(سندھ، پاکستان)

۱۴۰۳ھ
۱۹۸۲ء

نُور و نار

آدم و ابلیس

اللہ نے آدم علیہ السّلام کو سجدہ کرایا ـــــ اپنے فرشتوں سے کرایا ـــــ اپنے سامنے کرایا ـــــ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ غیر اللہ کے آگے سجدہ نہ کرو ـــــ نبی و رسُول کی تعظیم حد سے زیادہ نہ کرو ـــــ مگر یہ کیا ہو رہا ہے؟ ـــــ یہ کیوں ہو رہا ہے؟ ـــــ عقل جواب دے ـــــ ابلیس بھی تو اللہ سے یہی کہہ رہا تھا جو ہم کہتے پھرتے ہیں ـــــ پھر محض اس جُرم پہ کہ وُہ اللہ اور صرف اللہ کے آگے جھکنا چاہتا تھا ـــــ غیر اللہ کے آگے جُھکنے کو اس کا دِل نہ چاہتا تھا، ایسی سزا ملی کہ آج تک کسی کو ایسی سزا نہ ملی ـــــ سُبحان اللہ یہ بھی کوئی جُرم ہے! ـــــ پھر یہ سزا کیوں ملی؟ ـــــ اللہ کی نافرمانی پر ملی یا آدم کی گُستاخی پر ملی؟ ـــــ لیکن بظاہر لغزش تو آدم (علیہ السّلام) سے بھی ہُوئی ـــــ حکم ہُوا اِس درخت کے پاس نہ جانا ـــــ ابلیس نے بہکا دیا ـــــ درخت کے قریب چلے گئے پھر جو ہُوا سو ہُوا ـــــ مگر گرفت نہ فرمائی، تنبیہ فرما کر معاف فرما دیا گیا ـــــ تو اگر لغزش ہی مُوجِب غضب ہوتی تو آدم (علیہ السّلام) کو معاف نہ کیا جاتا ـــــ مگر نہیں آدم (علیہ السّلام) کی یہ لغزش اللہ کی جناب میں تھی، اِس لئے کلماتِ معذرت القا فرما کر معاف کر دیا گیا ـــــ اور ابلیس کی گستاخی اللہ کے محبُوب بندے آدم (علیہ السّلام) کی جناب میں تھی ـــــ جس کو معاف نہ کیا گیا اور ذِلّت و خواری کا طوق ابدالآباد تک اُس کی گردن میں ڈال دیا گیا ـــــ بے شک ابلیس نے سجدہ سے اِنکار کیا لیکن حقیقت میں تعظیمِ رسُول سے اِنکار کیا ـــــ وُہ سرکش نہ تھا ـــــ وُہ مُشرک نہ تھا ـــــ وُہ بدعتی نہ تھا ـــــ وُہ موحّد تھا موحّد ـــــ وُہ عابد و زاہد تھا ـــــ تو پھر وُہ کیوں مارا گیا؟ ـــــ بلاشبہ گُستاخیِ رسُول پر مارا گیا ـــــ یہ نکتہ نظر انداز کرنے کے لائق نہیں، غور فرمائیں اور خوب غور فرمائیں ـــــ

اگر وُہ نافرمانی پہ مارا جاتا تو قِصّے کو طُول نہ دیا جاتا ـــــ اللہ کو معلوم تھا کہ اُس نے کیوں اِنکار

کیا ——— مگر پھر بھی اُس سے پُوچھا کہ تُو تو سرکش نہ تھا پھر کیا ہُوا کہ تُو نے سجدہ سے اِنکار کر دیا؟ ———
ہاں یہ اِس لیئے پُوچھا گیا کہ رازِ محبّت عالم آشکار ہو جائے ——— سب کو خبر ہو جائے ——— اُس نے
کہا کہ خُدایا تُو نے مجھے آگ سے پیدا کیا آدم کو خاک سے پیدا کیا ——— مَیں آدم سے بہتر ہُوں ———
ابلیس نے غلط نہ کہا تھا کہ آدم کو خاک سے پیدا کیا گیا تھا ——— مگر اللہ کو یہ بات پسند نہ آئی کہ یہ ایسا سچ
تھا جس سے ایک اولوالعزم نبی کی تحقیر ہوتی تھی، اِسی لِئے فرمایا کہ تو ہمارے نبی کو حقیر سمجھتا ہے جا، دفع ہو،
ذلیل و خوار ہو! فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ[1] ——— معلوم ہُوا کہ نبی کی شان میں کوئی سچی بات بھی
تحقیر آمیز انداز میں کہی جائے تو ابدی بدبختی اور غضبِ الٰہی کا سبب بن سکتی ہے ——— بے شک ع

نفس گُم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

اللہ اللہ تخلیقِ آدم (علیہ السّلام) کے پہلے ہی روز گستاخانِ رسُول کا انجام دِکھا دیا گیا کہ کوئی آنے والا
گستاخی کی جرأت نہ کر سکے ——— نائبِ ربّ العالمین کا سِکّہ چلتا ہے اور اُن کے دامنِ عصمت پر کوئی ہاتھ نہ
ڈال سکے ———
ابلیس کی بدبختی و بدنصیبی کا سبب آدم (علیہ السّلام) کی ذات تھی اِس لِئے اس کا پہلا نشانہ آپ کی ہی
ذات ٹھہری ——— اس نے آپ کو بہکایا ——— اَب وُہ دِلوں میں ہزاروں وسوسے ڈالتا ہے،
مگر سب سے خطرناک وسوسہ یہی ہے کہ "نبی کچھ نہیں، بس اللہ ہی اللہ ہے" ——— یہ وُہی بات ہے جس
نے ابدالآباد تک ابلیس کی گردن میں لعنت کا طوق ڈالا ——— کون ابلیس؟ ——— جو موحّد
تھا ——— جس نے برس ہا برس فرشتوں کو تعلیم دی ——— جن ہوتے ہُوئے ریاضات و مجاہدات
نے جس کو فرشتوں کی صف میں لا کھڑا کیا اور پھر اُس کے سامنے فرشتوں کو زانوئے تلمّذ تہہ کرنا پڑا ———
اور وُہ فرشتوں کا اُستاد بنا دیا گیا ——— اِس بلندی پر پہنچنے کے باوجُود ——— اس شان کے علم و
فضل اور زُہد و عبادت کے باوجود ——— دیکھتے ہی دیکھتے آسمانِ عزّت کی بلندیوں سے غارِ ذِلّت کی پستیوں

---

[1] القرآن الحکیم، سورۃ الاعراف ۱۳،

میں گرا دیا گیا ـــــ آدم (علیہ السّلام) کی جناب میں گستاخی کی پاداش میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ملعون و مردود ٹھہرا دیا گیا ـــــ معلوم ہُوا کہ نبی کی شان میں گستاخی عمر بھر کی نیکیوں اَور زمانے بھر کی فضیلتوں کو حرفِ غلط کی طرح مٹا کر رکھ دیتی ہے ـــــ اللہ اللہ ـــــ جو کبھی عالم تھا ـــــ جو کبھی ولی کامل تھا ـــــ جو کبھی معلم الملکوت تھا ـــــ گستاخیِ رسُول کے بعد اب وُہ کچھ بھی نہیں ـــــ پہلے اس کے آگے فرشتے باادب کھڑے ہوتے تھے ـــــ اَب ارشاد ہو رہا ہے کہ اس سے پناہ مانگو ـــــ اِس سے دُور بھاگو ـــــ حیف! ایک عالم و فاضل اَور عابد و زاہد کو گستاخی کہاں سے کہاں لے گئی ـــــ قصّہ ابلیس و آدم ہماری آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے ـــــ مگر ہمیں آنکھیں نہیں کھُلتیں ـــــ اَور نہ معلوم جان بُوجھ کر یا بے سوچے سمجھے اِبلیس کے مشن کو تقویّت پہنچائی جا رہی ہے ـــــ اس کا مشن یہی ہے کہ مخلوقِ اِلٰہی کو انبیاء و اولیاء سے دُور لے جایا جائے ـــــ اَور ان سے بیگانہ کر کے کہیں کا نہ رکھا جائے ـــــ عظمتِ نبوّت اس کی ذلّت و رُسوائی کا سبب بنی ـــــ اِس لِئے اُس نے آدم، جانشینِ آدم، حضراتِ انبیاء علیہمُ السّلام اَور وارثینِ انبیاء، حضراتِ اہل اللہ کو اپنا حریف سمجھا ہے اَور انہیں کی عزّت و نامُوس کے درپے ہو رہا ہے ـــــ دِلوں کو اُن سے توڑ رہا ہے ـــــ زبانوں کو اُن کی جناب میں گستاخ بنا رہا ہے ـــــ خُوب بدلے لے رہا ہے ـــــ

حقیقت میں امرِ رب مقامِ ادب سے بھی بالاتر ہے ـــــ الامر فوق الادب ـــــ اِبلیس یہ نکتہ نہ سمجھا۔ وُہ غیر اللہ کے آگے نہ جھکنے کو جانِ توحید سمجھا اَور اِس حرفِ محبّت کو بھُلا دیا کہ بندگی محبُوب کے اِشاروں پہ چلنے کا نام ہے ـــــ اِسی لِئے وُہ مغضوب و مرُدود ٹھہرا کہ حرفِ محبّت سے نا آشنا تھا۔ ـــــ اُس کو عقل نے ڈسا، اُس نے محبّت کا مزا نہ چکھا ـــــ بے شک رئیس العاشقین ہی رئیس الموحّدین ہے ـــــ جس کو محبّت و ادب کا پاس و لحاظ نہیں وُہ عاشقی و بندگی کیا جانے! ؎

عاشق نہ شدی و محنتِ اُلفت نہ کشیدی
کس پیشِ تو غم نامہ ہجراں چہ کشاید

ایک ظاہرِ سجدہ ہے ــــــ ایک باطنِ سجدہ ہے ــــــ ظاہر سجدہ یہ ہے کہ انسان کی پیشانی خمیدہ ہو کر زمین بوس ہو جائے۔ اور باطنِ سجدہ یہ ہے کہ جسم و جان دونوں مصروفِ اطاعت و بندگی ہو جائیں ــــــ گویا اطاعت و فرماں برداری رُوحِ سجدہ ہے ؎

یہ ایک سجدہ جسے تُو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

اِسی لئے فرمایا مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ[1] ــــــ جس نے رسُول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی ــــــ دُوسری جگہ فرمایا قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ[2] ــــــ ان سے فرما دیجئے اگر تم اللہ کو چاہتے ہو تو میری اطاعت کرو، پھر اللہ تم کو محبُوب بنا لے گا ــــــ رسُول علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور اللہ کی محبُوبیّت کا سب سے بڑا وسیلہ ــــــ حضُورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی اطاعت میں رُوحِ سجدہ کی جھلک نظر آرہی ہے ــــــ

مجاز پرستی کے اِس دَور میں توحیدِ خالص کا اِس طرح پرچار کرنا کہ اللہ کے برگزیدہ بندوں، رسُولوں، نبیوں اَور ولیوں کو محتاجِ محض اَور عاجز مخلوق قرار دے کر عام اِنسانوں کی صف میں کھڑا کر دیا جائے، نہایت ہی خطرناک ہے ــــــ خصُوصاً اِس دَور میں جو نبیوں، رسُولوں اَور ولیوں سے چھوٹا وہ خُدا سے چھوٹا اُس کا مُسلمان نظر آنا تو ممکن ہے مگر مُسلمان رہنا مشکل ہے ؎

جو ترے در سے یار پھرتے ہیں
دربدر یُونہی خوار پھرتے ہیں

---

[1] القرآن الحکیم، سورۃ النسآء، ۸۰

[2] القرآن الحکیم، آلِ عمران، ۳۱

آدابِ رسالت

قرآنِ کریم میں ارشاد ہوتا ہے :-

یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝[1]

اَے ایمان والو! "رَاعِنَا" کہو بلکہ "انظرنا" کہو (یعنی حضور ہم پر نظر رکھیں) اَور (ارشاداتِ عالی کو پہلے ہی سے دِل لگا کر) سنو ——— (اس حکم سے) سرتابی کرنے والوں کے لِئے دردناک عذاب ہے ———

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی مجلسِ مبارک میں جب صحابہ کرام کی سمجھ میں کوئی بات نہ آتی تھی تو "رَاعِنَا" کہتے تھے یعنی "ہماری رعایت کیجئے اَور مکرّر ارشاد فرمائیے" ——— اِس مجلس مُبارک میں یہودی بھی ہوتے، وُہ "ع" کی زیر کو ذرا کھینچ کر "رَاعِیْنَا" کہتے تھے جس کے معنی لیتے "اَے ہمارے چرواہے!" ———

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہودیوں کی اس تحقیر آمیز شرارت کو سمجھ گئے۔ چنانچہ اُنہوں نے ببانگِ دُہل فرمایا کہ "اَے دُشمنانِ اِسلام! تم پر خُدا کی لعنت قسم ہے اُس کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے اگر تم میں سے پھر کسی نے رسُول اللہ کو اِس طرح مخاطب کیا تو اس کی گردن اُڑا دُوں گا"[2] ———

جلالِ سعد بن معاذ نے آسمان و زمین کو ہلا کر رکھ دیا ——— اَور یہ آیت نازل ہوئی جس نے ہمیشہ ہمیشہ کے لِئے گستاخانِ رسُول کے مُنہ بند کر دیئے اَور عذابِ الیم کی وعید سُنائی ———

یہ نکتہ قابلِ توجّہ ہے کہ کفّار و یہود جو کچھ کہا کرتے تھے، وُہ بیان واقعی تھا ——— جھوٹ نہ تھا یعنی فی الواقعہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے بکریاں چرائی تھیں گو اُن کی بکریاں نہ چرائیں بلکہ اپنی یا رضاعی

---

[1] القرآن الحکیم سُورۃ البقرہ، ۱۰۴

[2] حاشیہ تفسیر طبری، جلد اوّل، مطبوعہ مصر ۱۳۲۳ھ، ص ۳۵۷ (بحوالہ تفسیر غرائب القرآن و رغائب الفرقان لعلّامہ نظام الدین حسن بن محمّد)

ماں کی بکریوں کی پاسبانی فرمائی۔ اور آپ ہی پر کیا منحصر ہے بہت سی جلیل القدر ہستیوں نے بکریاں چرائی ہیں، یہ کوئی ایسا کام نہیں جس کو معاشرے میں اچھی نظر سے نہ دیکھا جائے۔ پھر بھی ارشاد ہوا "خبردار! اب "رَاعِنَا" نہ کہنا!" ــــــ بات چل رہی ہے "رَاعِنَا" کی اور ممانعت فرمائی جا رہی ہے "رَاعِنَا" کی ــــــ اللہ اللہ غیرتِ الٰہی کی شان تو دیکھو! ــــــ کافروں کے معنیٰ و مقصود کا تصور تک صحابہ کے دل میں نہ تھا بلکہ یہ وسوسہ ان کے قلبِ صافی میں گزر ہی نہ سکتا تھا مگر پھر بھی ممانعت فرمائی ــــــ تو پھر اس کی کیا وجہ تھی؟ ــــــ بات یہ تھی گو "رَاعِنَا" اور "رَاعِينَا" کسی معنیٰ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے موجبِ اہانت و توہین نہ ہو مگر کفار و یہود کا اس کو موجبِ توہین سمجھ کر استعمال کرنا غیرتِ الٰہی کو گوارا نہ ہوا۔ اور صحابہ کی زبان سے ایک ایسے لفظ کا استعمال بھی ممنوع قرار دیا گیا جو اگرچہ صحابہ کے نزدیک کسی پہلو سے بھی موجبِ اہانت نہیں مگر کفار کے اختیار کردہ لفظ کے ساتھ اسے لفظی اشتراک ہے ــــــ یہ آپ کی کمال رعایتِ ادب ہے ؎

باصاف ضمیراں باادب باش کہ بسیار
از آب گہر آئینہ زنگار گرفت ست

الغرض ہر چند صحابہ لفظ "رَاعِنَا" کو ادب و احترام اور تعظیم کے لئے استعمال کرتے تھے مگر پھر بھی اس سے ملتے جلتے دوسرے لفظ "رَاعِينَا" کا استعمال تذلیل و تحقیر کے لئے استعمال کیا جاتا تھا اس لئے ممنوع قرار دے دیا گیا۔ لفظ "رَاعِنَا" سے اشارۃً و کنایۃً بھی توہین مراد نہ تھی بلکہ اس کا استعمال تعظیم و ادب کے لئے تھا۔ پھر یہ لفظ مردود ٹھہرا اور اس کا استعمال کرنے والا مغضوب، تو غور کرو جن کلمات میں صراحۃً اور کھلم کھلا آپ کی شان میں گستاخی کی گئی ہو مولیٰ تعالیٰ کے نزدیک ان کلمات کا اور ان کے قائل کا کیا مقام ہوگا؟ ــــــ اس آیت میں دوسری بات قابلِ توجہ یہ ہے کہ یہاں مومنین سے خطاب فرمایا ہے، کفار و یہود سے نہیں۔ اس لئے یہ کہنا صحیح نہ ہوگا کہ وہی آیت کے مخاطب ہیں ــــــ نہیں نہیں، مخاطب عوام و خواص مومنین ہیں۔

بہر کیف آیتِ مذکورہ سے مندرجہ ذیل اصول و آداب مستنبط کئے جا سکتے ہیں:-

۱۔ ایسا لفظ جس کے معنی اور اطلاق اگرچہ فی نفسہٖ صحیح ہو مگر اس سے تمسخر و استہزاء کا پہلو نکل سکتا ہو، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے حضور استعمال کرنا ناجائز ہے۔
۲۔ ایسے لفظ کا استعمال بھی جائز نہیں جو اگرچہ مقامِ ادب میں بولا جاتا ہو مگر اس سے ملتا جلتا لفظ مقامِ ادب سے گرا ہوا ہو۔
۳۔ ایسے لفظ سے اگرچہ قائل کی مُراد تمسخر و استہزاء نہ ہو مگر پھر بھی وُہ گنہ گار اور قابلِ مواخذہ ہے۔
۴۔ اِس قسم کے الفاظ بھول چُوک اور اضطرار میں بھی نکل جائیں تو تدارک لازم ہے۔
۵۔ جان بوجھ کر کہے جائیں تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے ــــــــ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلکہ اللہ کے نزدیک بھی اس کا قائل واجب القتل ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔

قرآنِ کریم میں جا بجا ایسی آیات ملتی ہیں جن سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی عزّت و توقیر کا درس دیا ہے اور عظمت و شوکت کو بیان کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ وُہ اِن آیات کو دل سے لگا کر رکھیں۔ تاکہ گلشنِ محبّت و ادب ویران نہ ہو ــــــــ ملاحظہ فرمائیں :۔

۱۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ[1]

(ترجمہ) اے ایمان والو نبی کی آواز پر اپنی آوازیں اُونچی نہ کرو اور ان کے حضور بات چلّا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دُوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہیں تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں اور تم کو خبر تک نہ ہو۔

۲۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ[2]

(ترجمہ) جو لوگ رسول اللہ کے پاس اپنی آوازیں پست کرتے ہیں، وُہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری

---

[1] القرآن الحکیم، سُورۃ الحجرات، ۲

[2] القرآن الحکیم، سُورۃ الحجرات، ۳

کے لیے پرکھ لیا ہے ان کے لیے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

۳۔ إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝[1]

(ترجمہ) جو حجروں کے پیچھے تم کو آواز دیتے ہیں، ان میں اکثر بے عقل ہیں۔

۴۔ لَمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ ۚ[2]

(ترجمہ) (ایمان والے وُہ ہیں) جو نبی کی مجلس سے نبی کی اجازت کے بغیر نہیں جاتے۔

۵۔ فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَن لِّمَن شِئْتَ مِنْهُمْ[3]

(ترجمہ) جو شخص اجازت چاہے اپنے کسی کام کے لیے تو ان میں سے جسے تم چاہو اجازت دے دو (جسے نہ چاہو اجازت نہ دو)

۶۔ لَّا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُم بَعْضًا ۚ[4]

(ترجمہ) رسُول (صلی اللہ علیہ وسلّم) کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا تم میں ایک دُوسرے کو پکارتا ہے۔

۷۔ قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الَّذِينَ يَتَسَلَّلُونَ مِنكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝[5]

(ترجمہ) جو لوگ محفل مبارک سے آڑ لے کر کھسک جاتے ہیں اللہ انہیں جانتا ہے۔ وُہ اللہ کے حکم کے خلاف کرتے ہیں، اُن کو خُدا سے ڈرنا چاہیئے کہ وُہ آفت یا عذاب کا شکار نہ ہو جائیں۔

---

[1] القرآن الحکیم، سُورۃ الحجرات، ۴

[2] القرآن الحکیم، سُورۃ النّور، ۶۲

[3] القرآن الحکیم، سُورۃ النّور، ۶۲

[4] القرآن الحکیم، سُورۃ النّور، ۶۳

[5] القرآن الحکیم، سُورۃ النّور، ۶۳

۸۔ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝ [1]

(ترجمہ) بے شک اللہ اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اُس غیب بتانے والے (نبی) پر، اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو!

۹۔ قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْھَا وَتِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَا وَمَسٰکِنُ تَرْضَوْنَھَآ اَحَبَّ اِلَیْکُمْ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَجِھَادٍ فِیْ سَبِیْلِہٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ ؕ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۝ [2]

(ترجمہ) تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کا مکان یہ چیزیں اللہ اور اُس کے رسول اور اُس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

قرآنِ کریم میں بعض آیات وُہ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و تربیت فرمائی ہے یا کوئی ہدایت و نصیحت ——— ایسی آیات میں عموماً حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم سے براہِ راست خطاب فرمایا ہے ——— بعض آیات وُہ ہیں جن میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے محامد و محاسن اور اَن گنت خوبیاں بیان کی گئی ہیں ——— ایسی آیات میں عموماً براہِ راست مسلمانوں سے خطاب کیا گیا ہے۔

اِسی طرح احادیث میں بعض احادیث وُہ ہیں جن میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے عجز و انکسار کا اِظہار فرمایا ہے اور بعض احادیث وُہ ہیں جن میں آپ نے اپنی جلالت شان کا ذکر فرمایا ہے ——— اب ایک آنکھ تو وُہ ہے جو پہلی قسم کی آیات و احادیث پر نظر جمائے ہُوئے ہے، اُس کی نظر دوسری

---

[1] القرآن الحکیم، سُورۃ الاحزاب، ۵۶

[2] القرآن الحکیم، سُورۃ التوبہ، ۲۴

قسم کی آیات واحادیث کی طرف اُٹھتی ہی نہیں۔ ــــــ مگر ایک آنکھ وُہ بھی ہے جو پہلی اَور دُوسری دونوں قسم کی آیات واحادیث کو سامنے رکھ کر قرآن وحدیث کی رُوح تک پہنچنے کی کوشش کرتی ہے اَور وُہ کچھ دیکھتی اَور دِکھاتی ہے جو پہلی آنکھ نہیں دیکھ پاتی ــــــ وُہ پہلی آنکھ عالمِ آب وگِل میں اُلجھ کر رہ گئی اَور یہ دُوسری آنکھ سمٰوٰت، بلکہ ماورائے سمٰوٰت جا پہنچی ــــــ اُس کا اندازِ نظر غیر سائنٹیفک ہے، اِس کا اندازِ نظر سائنٹیفک ہوتے ہوئے بھی عاشقانہ اَور مؤمنانہ ہے۔

توہینِ رسالت

مولوی اسمٰعیل دہلوی نے پاک و ہند کے جس ماحول میں آج سے ڈیڑھ سو برس (۱۵۰) پہلے جو تقویۃ الایمان لکھی تو اُس دَور میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے عشق اَور مشائخ عظام و اَولیائے کرام سے محبّت و عقیدت کے چرچے عام تھے، شاہِ وقت بہادر شاہ ظفر خود اہلِ سنّت وجماعت سے تعلق رکھتا تھا۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی کی انقلابی طبیعت کو یہ ماحول بیگانہ معلوم ہوا اور انہوں نے ابنِ عبدالوہاب کی روش پر چلتے ہوتے ماحول کے خلاف بھرپُور جنگ کی اَور تقویۃ الایمان لکھ کر عوام وخواص کے عشق ومحبّت کو جھنجھوڑا ــــــ علماء خیر آباد، عُلماء بدایوں، عُلماء بریلی، علماء فرنگی محل اَور علماء دہلی وغیرہ نے تقویۃ الایمان کی بعض عبارات کی گرفت کی اَور بعض عُلماء نے اس کے رَدّ لکھے اَور یہ سِلسلہ چل نکلا ــــــ جو آج تک جاری ہے ــــــ

تقویۃ الایمان میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم اَور تمام محبُوبانِ خُدا کی جناب میں جو بے باکانہ اسلوب اختیار کیا ہے وُہ اِن محبُوبوں کے خالق ومالک جلّ وعلا کے کلام میں بھی نہیں ملتا ــــــ سارے قرآن کو پڑھ جایئے، کہیں یہ انداز نہ پائیں گے جو صاحبِ تقویۃ الایمان نے اپنایا ہے۔ تو جب خدا نے اپنے محبُوبوں کا پاس ولحاظ رکھا ہے تو بندے کی کیا مجال کہ وُہ ایسا بد لحاظ ہو جائے۔

طریقت میں جس نے قدم رکھا ہے وُہ معمولی اِنسان کے لئے بھی بے باک نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ انبیاء علیہم السّلام اَور اولیائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی جناب میں بے باک ہو۔ صاحبِ طریقت پیکرِ عجز وانکسار ہوتا ہے، اس کو ہر گھڑی اپنی عاقبت کی فکر ہوتی ہے ــــــ وُہ بڑے بول نہیں بولتا ــــــ بڑے بول وُہی بولتا ہے جو اپنی عاقبت سے بے نیاز ہوتا ہے ــــــ

تقویۃ الایمان کی ساری باتیں رَد کرنے کے لائق نہیں مگر بہت سی ایسی باتیں لکھ دی ہیں جنہوں نے ساری کتاب پر پانی پھیر دیا ہے ــــــ کاش صاحبِ تقویۃ الایمان ادب کی اہمیّت کو سمجھتے اَور ایسی عبارات سے گریز کرتے جو مقامِ ادب کے منافی ہیں ــــــ

اسلام سراسر عشق و محبّت ہے اور محبّت سراسر ادب ــــــ مقامِ عقل میں جو بات معقول نظر آتی ہے، مقامِ عشق میں وُہ نا معقول ہو جاتی ہے ــــــ مگر یہ بات وُہی سمجھ سکتا ہے جو آشنائے محبّت اور دانائے ادب ہو۔

"محبُوب کے سامنے زور سے نہ بولو" ــــــ عقل پُوچھتی ہے، کیوں نہ بولیں؟ ــــــ عشق کہتا ہے، خاموش، ہاں نہ بولو! ــــــ "محبُوب کی مجلس سے بِلا اجازت نہ کھسکو" ــــــ عقل پوچھتی ہے، کیوں نہ کھسکیں؟ ــــــ عشق کہتا ہے، خبردار، ہاں نہ کھسکو! ــــــ "باہر سے محبُوب کو آواز دے کر نہ بُلاؤ" ــــــ عقل پُوچھتی ہے، کیوں نہ بلائیں؟ ــــــ عشق کہتا ہے، ہُشیار، ہاں نہ بُلاؤ! ــــــ "محبُوب کی محبّت پر آل و اولاد اور جان و مال سب کچھ نثار کر دو" ــــــ عقل پُوچھتی ہے، کیوں نثار کر دیں؟ ــــــ عشق کہتا ہے، ہاں ہاں نثار کر دو! ــــــ ؏

بمُصطفٰے برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

حضُورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی جناب میں جن آداب کا قرآنِ حکیم نے ذکر کیا ہے ــــــ اگر عقل سے سمجھو تو سمجھ میں نہیں آتے ــــــ ہاں عشق سے سمجھو تو ہر ادب دِل میں گھر کرتا چلا جاتا ہے۔

مقامِ عقل میں بھُول چُوک میں چھُوٹ ہے۔ مگر مقامِ عشق میں بھُول پر سخت سزا ہے ــــــ بھُول چُوک غیر سے بیوستگی کا نتیجہ ہے۔ اِس لیئے عاشق کے شایانِ شان نہیں کہ وُہ غیر سے وابستہ ہو کر اتنا از خود رفتہ ہو جائے کہ آدابِ محبّت کو یکسر فراموش کر دے۔

قرآنِ حکیم میں جہاں حضُورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی آواز پر آواز بلند کرنے کی ممانعت فرمائی ہے وہاں صرف ممانعت نہیں بلکہ یہ بھی فرمایا جا رہا ہے کہ آج کے بعد اگر بھُول چُوک میں بھی کسی کی آواز بلند ہو گئی تو عجب نہیں کہ اس کے نیک اعمال ضائع کر دیئے جائیں اور اُس کو خبر تک نہ ہو ــــــ کس کے اعمال؟ ــــــ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اعمال ــــــ جن کا ایک عمل، اغواث و اقطاب و ابدال کے ساری کی ساری عمروں کے اعمال پر بھاری ہے ــــــ غور کرو! ــــــ اور خُوب غور کرو! ــــــ

جنابِ رسالت صلّی اللہ علیہ وسلّم میں بے ادبی و بے باکی کوئی معمولی بات نہیں ــــــــــــ بہت بڑی بات ہے۔

یہ تو تھی صرف آواز اُونچی کرنے والی بات ــــــــ اُن کی آواز جن کے مُنہ سے نکلے ہوئے کلمات مِلّتِ اِسلامیہ کے لیے حُجّت ہیں ــــــــ ایسے کلمات کا زور سے نکل جانا بھی خُدا کے نزدیک باعثِ تعزیرِ شدید ٹھہرا ــــــــ تو اُن کلمات کی بات کیا کی جائے جن میں اہانت و توہین کی بُو آرہی ہے ــــــــ؟

آیندہ صفحات میں مولوی اِسمٰعیل دہلوی کی بعض گُستاخانہ عبارات کا جائزہ لیا جائے گا اِس سلسلے میں موصُوف کے متّبعین و معتقدین سے اِتنی گزارش ہے کہ اگر راقم کا کوئی کلمہ یا عبارت مولوی اسمٰعیل کی شان میں گُستاخانہ محسُوس فرمائیں تو اس کی بھی اسی طرح تاویل فرمالیں جس طرح مولانا اِسمٰعیل کی گستاخانہ عبارات کی تاویل فرمایا کرتے ہیں یعنی یہ کہ اُنھوں نے جو گستاخانہ عبارات لکھی ہیں اُن سے مقصُود حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی گُستاخی نہ تھی بلکہ رب تبارک وتعالیٰ کی بڑائی دکھانا مقصُود تھا ــــــــ راقم کی بھی عبارات اور کلمات کی بھی یہ تاویل فرمالیں کہ اِس سے مقصُود مولوی اِسمٰعیل کی تذلیل و تحقیر نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی عظمت و شان کا بیان مقصود ہے اور بلاشبہ یہ تاویل نہ ہوگی بلکہ اظہارِ حقیقت ہوگا کیوں کہ راقم کا مسلک تو یہ ہے ؎

اُخوّت کی جہاں گیری، محبّت کی فراوانی

تعارف تقویۃ الایمان

تقویۃ الایمان کا جو ایڈیشن ہمارے سامنے ہے اِس کا پُورا نام ہے تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان مؤلّفہ مولوی اِسماعیل و نصیحۃ المسلمین مؤلّفہ مولوی خرّم علی مطبُوعہ لاہور (۱۹۷۸ء)، شائع کردہ امجد اکیڈمی، لاہور

تقویۃ الایمان ۷۰ صفحے کا رسالہ ہے جو صفحہ ۹ سے صفحہ ۷۹ تک پھیلا ہوا ہے، اس کے بعد تذکیر الاخوان کے نام سے ایک اَور رسالہ ہے، یہ صفحہ ۸۱ سے صفحہ ۲۲۷ تک پھیلا ہوا ہے، اِس رسالے کو مولوی اِسماعیل سے منسُوب کیا گیا ہے ——— اِس اڈیشن میں تقویۃ الایمان اَور تذکیر الاخوان کے علاوہ سیّد عبد اللہ بغدادی کے مکتوب عربی (محررہ ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء) کے جواب میں مولوی اِسماعیل کا مکتوب بھی ہے جو صفحہ ۳۲۹ سے ۳۳۵ تک پھیلا ہوا ہے، اس کے بعد تقویۃ الایمان کی حمایت و تائید میں دُوسرے فتووں کے علاوہ مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ بھی ہے جس میں وُہ لکھتے ہیں:-

ا۔ تقویۃ الایمان بہت ہی اچھی کتاب ہے اَور شرک و بدعت کی تردید میں بے مثال ہے۔[۱]

ب۔ بات یہ ہے کہ شہید رحمۃ اللہ علیہ سے بدعتیوں کو اِس واسطے دُشمنی ہے کہ آپ نے بدعتیوں کی خوب مٹی پلید کی[۲] اَور بدعتیوں کے بازار کو سرد کر دیا۔[۳]

فتووں کے بعد جامع تقویۃ الایمان نے تقویۃ الایمان کی متنازع فیہ عبارات کے بارے میں سوالاً جواباً صفائی پیش کرنے کی کوشش کی ہے جو عُذرِ گناہ بدتر از گناہ ہی کہا جا سکتا ہے۔ جامع موصُوف نے

---

[۱] اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبُوعہ لاہور (۱۹۷۸ء) ص ۳۳۷

[۲] لفظ "مٹی پلید کرنا" ایک عامیانہ محاورہ ہے جو ایک مُفتی و فقیہ کے شایانِ شان نہیں۔

[۳] اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان، ص ۳۳۷

پیغمبر علیہ السّلام کو بڑا بھائی کہنے اَور اللہ کے آگے چمار سے زیادہ ذلیل کہنے اَور اِس قسم کے اَور کلمات کی تاویل و توجیہ فرمائی ہے ——— مناسب تھا کہ یہ نامعقول جُملے حذف کر دیئے جاتے اَور اُن سے بریّت کا اعلان کرا دیا جاتا ——— جب صاحبِ تقویۃ الایمان نے ایسی آیات و احادیث کو نظر انداز کر دیا جن سے انبیاء علیہم السّلام اَور خصُوصاً حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی عظمت و شوکت کا اندازہ ہوتا تھا تو ایسے کلمات کو خارج کرنے میں کونسی قباحت تھی جن سے ان حضراتِ قدسیہ کی تحقیر و تذلیل ہوتی تھی ——— ناشائستہ کلمات کی تاویل و توجیہ کر کے اپنے ایمان کو خطرے میں ڈالنا ہرگز دانائی و ہوش مندی کی بات نہیں ——— بات سے بات نکلتی ہے، مولوی اسمٰعیل دہلوی نے جو راہ اختیار کی یعنی انبیاء علیہم السّلام کی تحقیر و تذلیل کے لئے آیاتِ قرآنیہ سے استدلال کرنا اَور ایسی آیات کو قطعاً نظر انداز کر دینا جن سے کمال رفعت و بلندی کا اندازہ ہوتا ہو، ڈیڑھ سو برس گزر جانے کے بعد بھی بعض حضرات اب تک اُس راہ پر چل رہے ہیں۔ یہ کوئی الزام نہیں، ذاتی تجربہ ہے۔ سُنیئے:-

فروری ۱۹۷۹ء میں ایک ضعیف العمر عالم، عقائد سے متعلق اپنی تصنیف پر تقریظ لکھوانے تشریف لائے ——— کتاب کھول کر دیکھی تو نبیوں اَور رسُولوں کا اِس انداز سے تعارف کرایا گیا تھا کہ گویا وُہ اللہ تعالیٰ کی بے بس مخلوق ہیں (معاذ اللہ) مثلاً یہ کہ نبی کو کنوئیں میں ڈال دیا جاتا ہے، قید کر دیا جاتا ہے، بیمار ڈال دیا جاتا ہے، دریا میں پھینک دیا جاتا ہے، مچھلی کے پیٹ میں محبُوس کر دیا جاتا ہے۔ وطن سے بے وطن کر دیا جاتا ہے۔ میدانِ جنگ میں لہولہان کر دیا جاتا ہے، رو رو کے وُہ بینائی سے محروم ہو جاتا ہے، آگ میں ڈال دیا جاتا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

راقم نے عرض کیا کہ اُولوالعزم نبیوں اَور رسُولوں کا یہ کیسا تعارف کرایا ہے؟ ——— فرمانے لگے یہ تو سب قرآن میں موجُود ہے، راقم نے عرض کیا ——— بے شک یہ سب کچھ قرآن میں ہے مگر اسی قرآن میں:-

- یہ بھی تو ہے کہ سلیمان (علیہ السّلام) کے خادم نے ملکہ سبا کا تخت سینکڑوں میل کی مُسافت سے چشم زدن میں لاکر رکھ دیا۔

- یہ بھی تو ہے کہ ایوب (علیہ السّلام) نے جب زمین پر قدم مارا تو چشمہ پھوٹ نکلا۔
- یہ بھی تو ہے کہ جب مریم (علیہا السّلام) دُنیا سے کنارہ کش ہوگئیں تو دیکھتے ہی دیکھتے پردۂ غیب سے اسبابِ معیشت فراہم کئے گئے۔
- یہ بھی تو ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السّلام) نے عالمِ شیر خوارگی میں اعلانِ نبوّت فرمایا ـــــــ پھر جب نبوّت ملی تو یہ اعجاز ملا کہ ابرص پر ہاتھ پھیرا تو داغ دھبّے دُھل گئے، مُردے پر دم کیا تو آن کی آن میں زندہ کر دیا اَور مادر زاد اندھے پر نظر فرمائی تو بینا کر دیا۔
- یہ بھی تو ہے کہ حضرت یُوسف (علیہ السّلام) کے پیرہن مبارک کی خوشبو میلوں مسافت سے حضرت یعقوب (علیہ السّلام) نے سُونگھ لی اَور جب پیرہن آنکھوں سے مَس ہوا تو بینائی آگئی۔
- یہ بھی تو ہے کہ حضرت مُوسیٰ (علیہ السّلام) نے پتھر پر عصا مارا تو چشمے اُبل پڑے، دریا پر عصا مارا تو راستے نکل گئے، زمین پر عصا پھینکا تو پھنکارتا ہوا اژدہا بن گیا۔ گریبان سے ہاتھ نکالا تو چمک اُٹھا ـــــــ مولیٰ سے کھانا مانگا تو من وسلویٰ اُترا۔
- یہ بھی تو ہے کہ حضرت ابراہیم (علیہ السّلام) نے کُشتہ پرندوں کو آواز دی تو دیکھتے ہی دیکھتے وُہ اُڑتے ہُوئے چلے آتے۔
- یہ بھی تو ہے کہ حضرت خضر (علیہ السّلام) نے علُومِ غیبیہ کے وُہ وُہ راز کھولے جو حضرت مُوسیٰ (علیہ السّلام) پر آشکار نہ کئے گئے تھے۔
- یہ بھی تو ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کی زبانِ مُبارک سے جِنّوں نے تلاوتِ قرآن کی آواز سُنی تو دل پکڑ کر رہ گئے۔ اَور قدموں پر آگرے۔
- یہ بھی تو ہے کہ جب اُس حبیبِ لبیب صلی اللہ علیہ وسلّم نے کنکریاں پھینکیں تو آن کی آن میں دُشمنوں کی صفیں اُلٹ گئیں۔
- یہ بھی تو ہے کہ آپ کے اشارے سے چاند دو نیم ہوگیا اَور سارا عالم دنگ رہ گیا۔

- یہ بھی تو ہے کہ جب بیتُ اللہ کی طرف آپ کی نظریں پھریں تو سارے عالم کی نظریں اُس طرف پھیر دی گئیں۔
- یہ بھی تو ہے کہ جب آپ میدانِ جہاد میں اُترے تو فرشتے فوج در فوج آپ کی مدد کو جا پہنچے۔
- یہ بھی تو ہے کہ اُس تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کو اُس کے مولیٰ نے مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصٰی تک راتوں رات سیر کرائی اور پھر اُن بلندیوں پر لے گیا جس کا تصوّر انسان کے بس کی بات نہیں۔

اللہ اللہ یہ سارے اذکار قرآنِ حکیم میں موجود ہیں۔ اِن کا کیوں ذِکر نہ کیا؟ فرمانے لگے ،، عظمتوں کا ذِکر کیا جائے تو لوگ کفر و شرک میں مُبتلا ہو جاتے ہیں“ ——— فقیر نے عرض کیا کہ ”اِس کی فکر تو حق جل مجدہٗ فرمائے گا جس نے ایسی آیات نازل فرمائیں، آپ کیوں اِس فکر میں مبتلا ہو گئے؟ ——— پھر مجبور ہو کر فرمانے لگے کہ ”عظمتوں کی باتیں تو مساجد و مجالس میں علماء، و واعظین سے سُنی جا سکتی ہیں“ ——— فقیر نے عرض کیا ”لیکن آپ اپنی کتاب میں اِس کا ذِکر نہ فرمائیں گے؟“ ا ——— اِس پر وُہ عالم خاموش ہو گئے اور مایوسی و ناامیدی کے ساتھ اپنا مسوّدہ لے کر چلے گئے ———

اِس سانحہ سے سخت صدمہ ہوا اور یہ معلوم ہوا کہ ہمارے درمیان اَب بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو ایسی آیات و احادیث کو برسرِ منبر بیان نہیں کرنا چاہتے جن میں محبُوبانِ خُدا کی تعریف و توصیف اور اُن کی عظمتوں اور منزلتوں کا ذکر ہے۔ اِس لیے بالعموم ان حضرات کا موضوع کفر و شرک ہی رہتا ہے اور وُہ محبُوب سے زیادہ مغضوب کا ذِکر کرنا پسند کرتے ہیں ——— یہ بات تقاضائے اِیمان کے منافی ہے، کوئی مسلمان نہیں جو ایسا کرنے پر دِل سے آمادہ ہو ———

اللہ تعالیٰ نے رُوئے زمین کے تمام اِنسانوں کو اپنی جناب میں یہ اِلتجا کرنے کا حکم دیا ——— ”(اَے اللہ) ہمیں سیدھے راستے پر چلا، ان (برگزیدہ پیاروں) کا راستہ جن پر تو نے

انعام فرمایا" ـــــــ اللہ اکبر! ان پیاروں اور محبوبوں کے ذکر کے بغیر نہ دُعا، دُعا ہے اور نہ نماز، نماز ـــــــ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ ہر دُعا میں اوّل و آخر درُود شریف پڑھ لیا کرو ـــــــ درُود شریف کا مقبولِ بارگاہِ ایزدی ہونا ایک کھُلی حقیقت ہے ـــــــ جب اوّل و آخر کی چیز قبول ہوگی تو پھر بیچ کی چیز کیسے ردّ کی جاسکتی ہے ـــــــ سُبحان اللہ ـــــــ بہرکیف ذِکر تھا تقویۃ الایمان کا ـــــــ بات کہاں سے کہاں پہنچی ـــــــ

تقویۃ الایمان میں قرآنِ کریم کی آیات کے غلط انطباق[1] سے کفر و شرک کا جو معیار قائم کیا گیا ہے اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو مولوی اسمٰعیل کے معاصرین اَور ان سے قبل عالمِ اسلام کے کروڑوں مُسلمان کافر و مشرک ٹھہرتے ہیں حتیٰ کہ زمانۂ حال میں عالمِ اسلام کے مسلمانوں کی اکثریّت کافر و مُشرک قرار پاتی ہے، اِس طرح کوئی مُسلمان حکومت، اپنے ہاں مُسلم اکثریّت کا دعوٰے نہیں کرسکتی ـــــــ اس لِئے مولوی اسمٰعیل کے خیالات و افکار کو آسانی سے قبول کرنا سخت خطرناک ہوگا، مناسب یہ ہوگا کہ ان کو نقد و نظر کی بھٹی میں پکا کر اچھی طرح دیکھ لیا جائے اَور کھوٹا وکھرا الگ کر لیا جائے۔

تقویۃ الایمان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی جمُود کے قائل ہیں، حرکت کے نہیں ـــــــ زندگی اَور فکرِ زندگی منازلِ ارتقاء سے گزرتی ہے۔ اَور اسلام کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ اُس نے زندگی کے فطری عمل کو نظر انداز نہیں کیا ـــــــ وُہ ان معنوں میں حرکی ہے کہ حرکت و عمل کا اُس نے پُورا پُورا خیال رکھا ہے ـــــــ اَور ان معنی میں جامد ہے کہ اس کے اصول و ضوابط میں کوئی تغیّر و تبدّل نہیں ـــــــ سب کے سب اپنی جگہ اٹل ہیں ـــــــ وُہ جامد ہوتے ہُوئے جانِ حرکت ہے ـــــــ یہی اس کا

---

[1] بخاری شریف میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے لوگوں کو جو کفّار کے حق میں نازل ہونے والی آیات کو مسلمانوں پر چسپاں کرتے ہیں "شرار خلق اللہ" فرمایا ہے۔ (بخاری شریف، مطبوعہ احمدی، ص ۱۰۲۴)
مسعُود

اعجاز ہے اور یہی اس کا امتیاز ــــــــ اسلامی فکر و عقیدے پر جو قلم اُٹھاتا ہے اس کو اِس حقیقت کو پیشِ نظر رکھنا پڑے گا ورنہ وُہ خود بھی راستہ سے ہٹ جائے گا اور دُوسروں کو بھی ہٹا دے گا۔

تقویۃ الایمان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب تقویۃ الایمان نے اپنے مزعومات کو ثابت کرنے کے لیئے یہ کتاب لکھی ہے ــــــــ اِس لیئے یہ ایک وکیل کی تصنیف تو کہی جا سکتی ہے، ایک مُنصف و مصلح اور رہبر کی تصنیف قرار نہیں دی جا سکتی ــــــــ عدل کا تقاضا ہے کہ دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھا جائے اور دونوں طرف کے دلائل پر نظر رکھی جائے۔ البتّہ وکالت کا تقاضا یہ ہے کہ صرف ایک سمت نظر رکھی جائے اور دُوسری سمت کو قطعاً نظر انداز کر دیا جائے بلکہ کوشش یہ کی جائے کہ ایسے دلائل و براہین فراہم کیئے جائیں جو دُوسری سمت کو ضعیف سے ضعیف تر کر دے ــــــــ تقویۃ الایمان کا یہی انداز ہے ــــــــ اپنی پسند کی آیات و احادیث انتخاب کر لینا اور محبوبانِ خُدا کو بے کس و بے بس ظاہر کرنا ایک مسلمان مصلح و محقّق کو زیب نہیں دیتا بلکہ یہ تو ایک غیر مسلم محقّق کے لیئے بھی باعثِ شرم و ندامت ہے ــــــــ

مناسب یہ تھا کہ مولوی اسمٰعیل تقویۃ الایمان میں اُن آیات و احادیث کو بھی زیرِ بحث لاتے جو اُن کے مزعومات کے خلاف تھیں، یہ توقع اِس لیئے بجا ہے کہ مولوی اسمٰعیل معمولی عالم نہ تھے۔ وُہ بالکل باخبر تھے مگر اس کے باوجود اُنھوں نے افسوسناک راہِ عمل اختیار کی، اور حقائق کو چھپایا۔

تاریخ کی بُنیاد دیانت داری پر ہے ــــــــ جو اپنے پسند کے موافق کے بیانات قبول کرتا ہے اور اپنی پسند کے خلاف بیانات رد کرتا ہے وُہ نہ مصلح ہے اور نہ محقّق ــــــــ یاد آیا بقول حافظ محمد یوسف محقّق پاکستانی علیہ الرحمہ (ریکارڈ کیپر، ریکارڈ آفس لائبریری، جے پور) جب ہندوستان کا مشہور مؤرخ پنڈت جادُو ناتھ سرکار، اورنگ زیب عالم گیر پر مواد کی فراہمی کے سلسلے میں سنٹرل ریکارڈ آفس لائبریری (جے پور) پہنچا تو اُس کو عہدِ عالم گیری سے متعلق ایسا مستند قلمی مواد دکھایا گیا جس سے اورنگ زیب عالم گیر کے اچھے پہلوؤں پر روشنی پڑتی تھی مگر اُس نے اس لیئے قبول نہ کیا کہ اُس کو اورنگ زیب کی سیرت مسخ کر کے دُنیا کے سامنے پیش کرنی تھی۔

تقویۃ الایمان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اسماعیل نے انبیاء و صلحاء کے حق میں یہی طرزِ عمل اختیار کیا۔ جو انصاف پسند طبائع کے لیئے نہایت ہی تکلیف دِہ بات ہے —— جب پسند ہی بُنیاد ٹھہری تو پسند کا حال تو ڈانواں ڈول ہے کبھی ایک چیز ایک وقت خاص میں اچھی معلوم ہوتی ہے مگر دُوسرے وقت بُری لگنے لگتی ہے —— کچھ یہی حال تقویۃ الایمان اور اس کے مؤیدین و متبعین کا ہے —— وُہ باتیں جو انبیاء علیہم السّلام اور صلحائے اُمّت کے لیئے اچھی نہیں معلوم ہوتیں، وُہ اپنے اُستادوں اور شیوخ کے لیئے اچھی لگنے لگتی ہیں —— یا جو باتیں دُوسروں کے کرنے سے اچھی نہیں معلوم ہوتیں، وُہ خود کرنے سے اچھی ہو جاتی ہیں —— یہ ایک دلچسپ مطالعہ ہے —— راقم کے سامنے ایسے بہت سے شواہد و نظائر ہیں —— صاحبِ تقویۃ الایمان کے نزدیک انبیاء و صُلحاء سب بے بس ہیں —— اُن کو ذرّہ برابر اختیار نہیں —— مگر تقویۃ الایمان کے اس اڈیشن میں جو ہمارے سامنے ہے، جامع و مرتّب مولانا محمد عبدالعزیز صاحب نے مولوی اسماعیل کے قدرت و اختیار کا اِس طرح ذکر فرمایا ہے :-

نیند میں اِتنا قابُو پا لیا تھا کہ جب چاہیں سو جائیں اور جب چاہیں جاگ اُٹھیں۔ [۱]

حالانکہ قرآنی آیات بتا رہی ہیں کہ اختیار تو خُدا کو ہے کہ جب چاہے سُلائے، جب چاہے اُٹھائے اور جب چاہے سوتے سوتے اپنے پاس بُلالے۔

---

[۱] اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان مطبوعہ لاہور، ص ۶

عباراتِ تقوِیۃ الایمان

اَب ہم اُن عبارات وکلمات کی طرف متوجّہ ہوتے ہیں جو تقوِیۃ الایمان میں آج بھی موجود ہیں اَور جس پر عُلمائے اِسلام کی ایک کثیر جماعت معترض ہے۔ یہاں ہم چیدہ چیدہ صرف ۱۶ عبارات نقل کرتے ہیں ـــــــ عُلمائے اِسلام کا اعتراض صحیح ہے یا یہ محض ایک فِتنہ انگیزی ہے جس کا داعیہ نفسِ امّارہ ہے۔ اِس کا فیصلہ مندرجہ ذیل حقائق وشواہد کی روشنی میں بخوبی کیا جاسکتا ہے ـــــــ تقوِیۃ الایمان کی عبارات ملاحظہ فرمائیں :۔

پہلی عبارت :۔

جس نے اللہ کا حق اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو دے دیا، اس نے بڑے سے بڑے کا حق ذلیل سے ذلیل شخص کو دے دیا کیونکہ خدا سب سے بڑا ہے اَور خدا کے مقابلے میں اس کی مخلوق کی غلامانہ حیثیّت ہے، جیسے کوئی تاجِ شاہی ایک چمار کے سر پر رکھ دے۔ [۱]

دُوسری عبارت :۔

جب ہمارا خالق اللہ ہے تو ہمیں اپنے تمام مشکل اَوقات میں اُسی کو پکارنا لائق ہے، کسی اَور سے ہمیں کیا واسطہ؟ جیسے کوئی کسی بادشاہ کا غلام ہوگیا تو وُہ اپنی ضرورت اپنے بادشاہ ہی کے پاس لے جائے گا اُسے دُوسرے بادشاہوں سے کیا واسطہ؟ کسی بھنگی، چمار کا تو ذکر ہی کیا ہے؟ [۲]

---

[۱] اِسمٰعیل دہلوی: تقوِیۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبُوعہ لاہور، ص ۲۳

[۲] اِسمٰعیل دہلوی: تقوِیۃ الایمان مع تذکیر الاخوان مطبُوعہ لاہور، ص ۲۸

تیسری عبارت :-

یقین مانو ہر شخص خواہ وُہ بڑے سے بڑا انسان ہو یا مقرّب ترین فرشتہ، اُس کی حیثیت شانِ اُلوہیت کے مقابلے پر ایک چمار کی حیثیت سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ [1]

چوتھی عبارت :-

تمام انبیاء و اولیاء اس کے سامنے ایک ذرّے سے بھی کم تر ہیں۔ [2]

مندرجہ بالا اقتباسات سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی اسمٰعیل کے نزدیک کسی بھی حالت میں غیر اللہ سے استعانت جائز نہیں۔ نیز یہ کہ انبیاء علیہم السّلام اور صلحائے اُمّت شانِ اُلوہیت کے سامنے ذرّے، بھنگی اور چمار سے زیادہ ذلیل ہیں۔ (معاذ اللہ)

جہاں تک غیر اللہ سے استعانت کا تعلق ہے انبیاء تو انبیاء غیر انبیاء سے بھی استعانت کا حدیث شریف میں حکم ہے۔ مثلاً ایک حدیث میں آتا ہے کہ کوئی جنگل میں راستہ بھول جائے۔ اور کوئی رہبر نہ ملے تو یہ کہے :-

یَاعِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ ! [3]

اَے اللہ کے بندو! میری مدد کرو!

اللہ کے ایسے بندے موجود ہیں جو نظر نہیں آتے مگر پکارنے پر بھولے بھٹکوں کو راستہ بتلاتے ہیں۔

موٹی سی بات ہے جو بچّوں کی سمجھ میں بھی آسکتی ہے ـــــ کسی کو اللہ سمجھ کر مانگنا اور

---

[1] اسمٰعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۲۳

[2] اسمٰعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۹۶

[3] شمس الدین محمد بن محمد بن یوسف الجزری: حصن حصین، مصر، ص ۲۲

بات ہے اور "اللہ کا بندہ" سمجھ کر مانگنا اور بات ہے ــــــــ مانگنے، مانگنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے ــــــ مگر ہوا یہ کہ وہ ساری آیات جو اللہ سمجھ کر مانگنے کے متعلق تھیں اور جن کا تعلق سراسر کفّار و مشرکین سے تھا اُن کو مسلمانوں پر چسپاں کر دیا گیا جو محبوبانِ خُدا سے اللہ کا مقرّب بندہ سمجھ کر مانگا کرتے تھے، اِس طرح اچھے خاصے مسلمانوں کو کفّار و مشرکین کی فہرست میں شامل کر کے اُن کا قتلِ عام کیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ــــــ ! حقیقت میں رُوئے زمین پر کوئی مُسلمان ایسا نہیں جو اللہ کے بندوں سے اللہ سمجھ کر مانگتا ہو ــــــ اور بغیر عطائے ربّانی کے کسی کو صاحبِ اختیار و اقتدار تسلیم کرتا ہو۔

مذکورہ اقتباسات میں مولوی اسمٰعیل نے انبیاء و صلحاء خصوصاً آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو بھی دبے لفظوں میں ذرّہ، بھنگی اور چمار سے زیادہ اذیت ناک الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ جن کو لکھتے ہوئے بھی قلم لرز رہا ہے ــــــ چمار اور بھنگی ہندوؤں کی نیچ قومیں ہیں۔ اِس لئے محبوبانِ خدا کو بدترین کفّار و مشرکین اور مغضوبین سے تشبیہ دینا بلکہ ان سے بدتر کہنا کہاں تک درست ہے؟ ــــــ عقلِ سلیم جواب دے ــــــ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خانہ کعبہ میں بنی ہوئی تصاویر مٹانے کا حکم دیا مگر حضرت مریم اور حضرت عیسٰی علیہما السّلام کی تصاویر پر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنا دستِ مُبارک رکھ لیا۔ باقی تصاویر مٹا دی گئیں[1] اور تصویریں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے پانی سے مٹائیں اور اُن کی جگہ زعفران مَل دی[2] کہ اِس جگہ کو حضراتِ قدسیہ سے ایک قسم کی نسبت تو تھی ورنہ زعفران لگانے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے نسبتوں کا اتنا خیال فرمایا۔ مگر مولوی اسمٰعیل نے انبیاء علیہم السّلام کی ذواتِ عالیہ کو جن کی جعلی تصاویر کا محض نسبت کی وجہ سے

---

[1] علی بن برہان الدین الحلبی: سیرتِ حلبیہ، جلد دوم، مطبوعہ بیروت، ص ۸۷

[2] ابی الولید محمد بن عبد اللہ الازرقی: اخبارِ مکّہ، مطبوعہ مکّہ مکرّمہ، ۱۳۵۲ھ، جلد دوم، ص ۱۲۰-۱۲۱

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے اتنا خیال فرمایا، بھنگی اور چمار سے بھی بدتر لکھا ہے ——— جھوٹی تصاویر کو نسبت تھی سچّے انبیاء اور ملائکہ سے تو ان کا اتنا لحاظ رکھا گیا ——— جن سچّے انبیاء کو سچّے خدا سے نسبت ہے اُن کا پاس و لحاظ نہ کرنا خلافِ عقل بھی ہے، خلافِ ادب بھی ——— اور خلافِ قرآن و حدیث بھی۔

حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھئے کہ انہوں نے حجرِ اسود کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا:-

واللہ لاعلم انك حجر لا تضرّ ولا تنفع ولولا انی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم استلمك ما استلمتك فاستلمہ[۱]

(ترجمہ) بخدا میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع۔ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا ——— پھر آپ نے بوسہ دیا۔

حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی نسبت سے بوسہ کی لذّت حاصل کی اور صاف صاف فرما دیا کہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی نگاہِ کرم نے اِس پتّھر کو بوسہ کے قابل بنا دیا ہے ———

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی تعظیم و تکریم کے سلسلے میں بہت سی آیات و احادیث ہیں جن میں بہت سی پچھلے اوراق میں ذکر کر دی گئیں اور بہت سی آیات و احادیث آگے آئیں گی ——— صاحبِ تقویۃ الایمان نے تو انبیاء و صلحاء کو ارذل ترین مخلوق میں شمار کیا ہے مگر خود حق تبارک و تعالیٰ ایسی مخلوق سے اُن کو ممتاز فرما رہا ہے ——— قرآنِ کریم میں جہاں مشرکینِ عرب کی بُت پرستی اور بُتوں سے اِلتفات کا ذکر ہے تو وہاں بُتوں کے مقابلے میں اپنے محبوبوں کے مقام کو تمثیلی انداز میں یوں بیان فرمایا ہے:-

---

[۱] بُخاری شریف: کتاب المناسک، باب ۱۰۱۶

پہلی تمثیل :-

"ایک غلام ہے جو بالکل دُوسروں کے اختیار میں ہے اور کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا ــــــ اور ایک ایسا شخص ہے جس کو ہم نے اپنے پاس سے بہت سا صاف ستھرا مال عطا فرمایا ہے اور وُہ اُس کو پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتا ہے ــــــ تو کیا یہ دونوں شخص برابر ہیں ــــــ الحمد للہ ــــــ لیکن اکثر لوگ سمجھ نہیں رکھتے۔" [1]

دُوسری تمثیل :-

"دو آدمی ہیں، ایک ان میں سے گونگا اور دُوسروں کی مِلک ہے ــــــ بے اختیار و ناتواں ــــــ کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا۔ اور اپنے مالک کو دوبھر ہو رہا ہے، جہاں اُسے بھیجتا ہے کبھی بھلائی نہیں لاتا ــــــ کیا ایسا گونگا، بہرا اور وُہ شخص جو سنتا، بولتا اور لوگوں کو انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے اور خود سیدھے رستے پر چل رہا ہے دونوں برابر ہیں؟" [2]

پانچویں عبارت :-

ربیع انصاریہ کی شادی کے موقع پر آپ ان کے پاس آ بیٹھے ــــــ بچوں نے گانے میں یہ بھی کہہ دیا کہ ہمارا نبی کل کی بات جانتا ہے۔

(وفینا نبیا یعلم ما فی غد)

آپ نے اسے منع کیا اور فرمایا یہ بات نہ کہو معلوم ہوا کہ کسی بڑے سے

---

[1] القرآن الکریم، سُورۃ النحل، ۷۵

[2] القرآن الکریم، سُورۃ النحل، ۷۶

بڑے انسان کے بارے میں یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وُہ غیب داں ہے[1]

لیکن یہ بات خود حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے کہنے کی کسی کو جرأت ہے جو بعد نمازِ ظہر منبر مسجد پہ تشریف فرما ہو کر آثارِ قیامت کے بارے میں اخبارِ غیبیہ کا اعلان فرمارہے ہیں۔ اور پھر یہ ارشاد ہورہا ہے :-

من احب ان یسئلنی عن شیٔ فلیسألنی عنه فواللّٰه لایسئلونی عن شیٔ الا اخبرتکم به۔[2]

(ترجمہ) جو شخص مجھ سے کچھ پُوچھنا پسند کرتا ہے وُہ اس کے بارے میں مجھ سے پُوچھ لے کہ خُدا کی قسم تم مجھ سے جو بات پُوچھو گے مَیں تم کو بتاؤں گا۔

اور کیا یہ بات مدّاحِ رسُول جلیل القدر صحابی حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے بھی کسی کو کہنے کی جرأت ہے جنھوں نے برملا فرمایا :-

نبیّ یری ما لا یری الناس حوله ویتلوا کتاب اللّٰه فی کل مشهد
فان قال فی یوم مقالة غائب فتصدیقها فی ضحوة الیوم او غد[3]

(ترجمہ) ایسے نبی ہیں کہ وُہ دیکھتے ہیں جو دُوسروں کو نظر نہیں آتا، ہر جلوہ گاہ میں کتاب اللہ پڑھتے ہیں۔ اگر کسی دن کوئی غیب کی بات بتاتے ہیں تو اُسی دن یا دُوسرے دِن اُس کی تصدیق ہو جاتی ہے۔

قطع نظر اس روشن حقیقت کے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حضُور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو غیب دان سمجھتے تھے اگر مندرجہ بالا احادیث شریف پہ غور کیا جاتے تو اس سے مندرجہ ذیل باتیں مستنبط ہوتی ہیں :-

(۱) بچّوں تک وہی بات پہنچتی ہے جو گھر گھر عام ہو چکی ہو ــــــ بچّوں کو کیا پڑی کہ خواہ مخواہ

---

[1] اسمٰعیل دہلوی : تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان ، مطبوعہ لاہور ، ص ۳۴ ـ ۳۵

[2] جلال الدین سیوطی : خصائص الکبریٰ ، جلد دوم ، فیصل آباد ، ص ۱۰۷

[3] حسّان رضی بن ثابت : دیوانِ حسّان مطبوعہ بیرُوت ، ص ۱۴۴

اپنے دِل سے ایک ایسی بات گھڑ لیں جو اُنھوں نے اپنے گھر میں نہ سُنی اَور وُہ بھی عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بچے، جن کی تربیت آغوشِ صداقت میں ہوتی تھی ـــــ بچوں کے یہ کہنے سے کہ "وفینا نبیا یعلم ما فی غد" ـــــ یہ ثابت ہوتا ہے کہ عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلّم میں یہ بات زبان زدِ خاص وعام کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم غیب کی باتیں جانتے ہیں۔

(ب) حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب تمہارے سامنے کوئی تمہاری تعریف کرے تو اس کے چہرے پر خاک ڈال دو ـــــ جب حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم دُوسروں کو یہ ہدایت فرماتے ہیں تو خود اپنی تعریف کیسے سُن سکتے تھے، وُہ سراپا عجز و انکسار تھے، انکسار کی حد ہے کہ صحابۂ کرام کو اپنے لِیے اُٹھنے نہ دیتے تھے ـــــ ایسی صُورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا بچوں کو منع کرنا آپ کے عجز و انکسار پر محمُول کیا جائے گا نہ کہ آپ کی بے خبری پر۔ (معاذ اللہ)

(ج) اگر واقعی آپ غیب کی باتیں نہ جانتے تھے اَور یہ صِفت خاص اللہ تعالیٰ کے لِیے مختص تھی تو غیرِ خدا میں اِس کا اقرار و اثبات کفر و شرک تھا اَور اس کے لِیے قائلین کی فہمائش ضروری تھی مگر حدیث شریف سے صرف اِتنا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ "وُہی گاؤ جو پہلے گا رہی تھیں" ـــــ اَور کوئی نصیحت و فہمائش نہ فرمائی۔

(د) شادی بیاہ کے موقعوں پر گانے وغیرہ کا ایک ماحول ہوتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے ارشادِ گرامی سے ماحول کی شگفتگی اَور بے تکلّفی کو برقرار رکھا اَور اس کی پُوری پُوری رعایت فرمائی، ہر کلام کا ایک محل ہوتا ہے ـــــ آپ شادی کی محفل کو شادی کی محفل ہی رکھنا چاہتے تھے، نعت کی مجلس نہیں۔ یہ آپ کا اِنکسار تھا۔

چھٹی عبارت :۔

سب کاموں کے مختار کا نام "اللہ" ہے اَور جس کا نام "محمّد" یا "علی" ہے اُس کو کسی بات کا اِختیار نہیں۔ [1]

---

[1] اِسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۵۱

اللہ نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے اختیار نہیں کیا مگر اپنا دل چاہا تو بیک جنبشِ قلم بے اختیار بنا دیا اور اس طرح نہایت بے باکی سے خدا کے اختیار کو بھی اپنے اختیار میں لے لیا ـــــ جو اندازِ گفتار مولوی اسمٰعیل نے اختیار کیا ہے یہ انداز تو قرآن کریم میں بھی نظر نہیں آتا۔

یہاں یہ امر باعثِ تعجب ہوگا کہ مولوی اسمٰعیل جس اختیار کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہ، میں ثابت نہیں مانتے وُہی اختیار جامع تقویۃ الایمان، مولوی اسمٰعیل میں ثابت کر رہے ہیں، جس کا حوالہ اُوپر دیا جا چکا ہے ـــــ خود قرآن کہتا ہے کہ اللہ جس کو چاہتا ہے سُلا دیتا ہے، جس کو چاہتا ہے اُٹھا دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سوتے سوتے اُٹھا لیتا ہے ـــــ تو سونا اور سونے کے بعد جاگنا تو اللہ کے اختیار میں ہے، مگر مولوی اسمٰعیل میں اِس اختیار کو ثابت کیا گیا ہے۔ اِس طرح وُہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہ، سے اختیار و اقتدار میں سبقت لے گئے۔ (معاذ اللہ)

اِس اقتباس میں ایک اور بات نہایت افسوس ناک نظر آتی ہے کہ نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ درود و سلام سے اجتناب کیا گیا، کم از کم یہ بات ایک مُسلمان عالم سے متوقع نہیں۔ مگر یہ حقیقت مزید حیرت ناک ہے کہ پیشِ نظر پوری تقویۃ الایمان اور تذکیر الاخوان میں نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ درود و سلام نہیں حتیٰ کہ اگر حدیث میں ہے تو ترجمہ میں نہیں اور ہے تو مجمل و مختصر، صرف اشارہ ـــــ نامِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ یہ تنگ دلی ایک معمولی مُسلمان کو بھی زیب نہیں دیتی چہ جائیکہ وُہ حضرات جو مُرشد و مصلح بن کر سامنے آئیں۔

نہ معلوم یہ کاتب کی غلطی ہے یا مصنّف کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار و اقتدار کا اندازہ تو بہت سی آیات و احادیث سے ہوتا ہے ـــــ صرف یہی ایک آیت کافی ہے جو بتا رہی ہے کہ نہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم صاحبِ اختیار و اقتدار ہیں بلکہ طلب کرنے والے آپ کے وسیلے سے اختیار و اقتدار طلب کیا کرتے تھے ـــــ غور فرمائیں :-

وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ [1]

(ترجمہ) آپ کی تشریف آوری سے قبل (یہودی) آپ کے وسیلے سے کافروں پہ فتح و نصرت کی دعائیں مانگا کرتے تھے۔

اَب احادیث کی روشنی میں اختیار و اقتدار کا منظر ملاحظہ فرمائیں :۔

(الف) اعطیت الکنزین الاحمر والابیض [2]

(ترجمہ) سرخ و سپید خزانے مجھے عطا کر دیئے گئے ہیں۔

(ب) لوشئت لسارت معی جبال الذھب [3]

(ترجمہ) اگر میں چاہتا تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلتے۔

الغرض بہت سی آیات و احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور نبیوں کو بے اختیار نہیں بنایا ——— نبوّت و رسالت خود اختیار و اقتدار کی غمّاز ہے جس طرح حکومت و سیاست میں خلافت۔

ساتویں عبارت

معلوم ہوا کہ انسان کتنا ہی ڈھیٹ بن جائے، کتنے ہی گناہوں میں ڈوب جائے، سرتاپا بے حیا بن جائے، پرایا مال ڈکارنے میں عار نہ سمجھے اور برائی اور بھلائی میں تمیز نہ کرے مگر پھر بھی شرک کرنے سے اور غیر اللہ کو ماننے سے بہتر ہے۔ [4]

[1] القرآن الحکیم، سورۃ البقرہ، ۸۹

[2] محمد ابو عبداللہ ولی الدین: مشکوٰۃ المصابیح، ص ۵۱۲

[3]

[4] اسمٰعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۵۶

اس اقتباس میں مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اپنے گنہ گار پیرؤوں کی خوب مدافعت فرمائی ہے اور گنہ گاروں کی تقریباً ساری اقسام گنادی ہیں ، یقیناً یہ اقتباس ان کے متبعین کے لئے وجہِ سکون و طمانیت ہوگا ـــــ غیر اللہ سے مدد لینے والا اور اس حدیث پاک پر عمل کرنے والا یاعباد اللہ اعینونی ایسا مشرک ہے ، زمانے بھر کے گنہ گار جس کے پاسنگ بھی نہیں ـــــ پھر اس اقتباس میں غیر اللہ سے استعانت کا ذکر نہیں بلکہ "ماننے" کا ذکر ہے اور غیر اللہ کو مانے بغیر انسان مسلمان ہوتا نہیں ـــــ اور یہاں فرما رہے ہیں کہ ماننے سے مشرک ہوتا ہے ـــــ خدا جانے رواروی میں ایسی بات کیوں لکھ دی جو اُن کے اپنے عقیدے میں داخل نہیں یعنی رسُولوں اور فرشتوں کو ماننا جو غیر اللہ ہی ہیں۔

یہاں جملہ معترضہ کے طور پر ایک واقعہ نقل کرتا چلوں ـــــ مولوی اسمٰعیل کے مؤیدین اور متبعین کی مساجد میں خطبۂ جمعہ سے قبل اور خطبۂ جمعہ میں خطباء و ائمہ کا موضوع کفر و شرک ہی رہتا ہے ـــــ ضلع تھرپارکر (سندھ) میں شہر مٹھی میں راقم نے تین سال گزارے ـــــ وہاں جامع مسجد میں خطیب صاحب دو جمعہ مسلسل کفر و شرک پر بولتے رہے، جب تیسرے جمعہ بھی یہی تقریر فرمائی تو نمازِ جمعہ کے بعد خلوت و تنہائی میں راقم نے دریافت کیا کہ مسجد میں نمازی مسلمان تھے یا کافر و مشرک ؟ ـــــ اُنہوں نے فرمایا کہ "مسلمان"! ـــــ راقم نے عرض کیا مگر مسلسل تین جمعوں سے تو یہ محسوس ہو رہا ہے کہ آپ مجمعِ کفّار و مشرکین میں تقریر فرما رہے ہیں ـــــ اس پر وُہ نادم ہُوئے اور آئندہ جمعہ سے مغضوبوں کے بجائے محبوبوں کا ذکر کرنے لگے۔ قرآن میں کفّار و مشرکین کا اس لئے ذکر ہے کہ جب قرآن نازل ہو رہا تھا تو اس کے اوّلین مخاطب یہی لوگ تھے ، اب ان آیات کو مُسلمانوں پر چسپاں کرنا کھلی خیانت اور دیدہ دلیری ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے اختیار و اقتدار کی بات چل نکلی تو یہ عرض کرتا چلوں کہ جب ہم یہ دیکھتے ، سُنتے اور کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم مختار ہیں تو گویا ہم اپنے قول و عمل سے

یہ گواہی دے رہے ہیں کہ جب ان کے اِختیار کا یہ عالم ہے تو اُس کے اِختیار کا کیا عالم ہو گا جو مختارِ مطلق ہے! ـــــ وُہ مظہرِ صفاتِ الٰہیہ ہیں۔ ان کی ذاتِ قدسی ہر صفت کی جلوہ گاہ ہے ـــــ صفات کا اِقرار، ذات کے اقرار کے لیے لازمی ہے ـــــ جو صفات سے انکار کرتا ہے اُس کی رسائی ذات تک نہیں ہو سکتی ـــــ جب یہ کہا جائے کہ اِقتدارِ اعلیٰ صدرِ مملکت کے پاس ہے تو اِس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ مملکت کے سارے وزیر و امیر بے دست و پا ہیں۔ بلکہ اقتدارِ اعلیٰ کا ایک مرکز پر مرکوز ہونا اِس بات کی روشن علامت ہے کہ مملکت میں صاحبِ اِختیار و اِقتدار حضرات بھی موجود ہیں، یہاں ـــــ طوائف الملوکی نہیں ـــــ ایک نظامِ حکومت ہے ـــــ جو حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی بے اِختیاری کی بات کرتے ہیں اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایسی آیات و احادیث تلاش کرتے ہیں، اُن کو اپنے عمل پر نظرِ ثانی کرنی چاہیئے اور یہ دیکھنا چاہیئے کہ وُہ کیا کر رہے ہیں؟ ـــــ ایک مسلمان کو یہی کرنا چاہیئے؟ ـــــ کیا خاروں میں گُل تلاش کِیئے جاتے ہیں یا گُلوں میں خار؟

اُبُو داوٗد شریف میں یہ حدیث ہے کہ ایک دیہاتی صحابی دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلّم میں حاضر ہُوئے اور دُعا کی درخواست کرتے ہُوئے عرض کیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے پاس آپ کو شفیع بنانا چاہتے ہیں ـــــ آپ نے ازراہِ انکسار ارشاد فرمایا:۔

"اللہ پاک کسی سے سفارش نہیں کراتا۔"[1]

اِس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کافی دیر تک ربِ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے رہے۔ اور مجمعِ صحابہ (رضی اللہ عنہم) پر ایک رُوحانی کیفیّت طاری ہو گئی ـــــ مگر مولوی اِسمٰعیل نے اِس کیفیّت کو نہایت مہیب شکل میں پیش کیا ہے۔ وُہ لکھتے ہیں:۔

---

[1] اِسمٰعیل دہلوی، تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۶۷

آٹھویں عبارت

سُبحان اللہ! اور تمام انسانوں میں سے افضل انسان، محبُوبِ خدا، احمدِ مجتبےٰ محمّد رسُول صلعم (کذا) کی تو یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے مُنہ سے ایک نامعقُول بات نکل گئی[1] تو آپ کے دہشت کے مارے ہوش اُڑ گئے[2]

اِس موقع پر مولوی اسمٰعیل خلافِ معمُول حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی جناب میں ادب و احترام سے پیش آئے ہیں اور یہ غالباً اِس لیے کہ جو تلخ بات وُہ کہنا چاہتے ہیں، نہ کھٹکے ــــ مگر حسبِ معمول دُرود و سلام بھُول گئے اور اشارہ پر ہی اکتفا کیا، بہرکیف اِس اندازِ بیان کو علمِ معانی و بیان میں تاکید الذم بما یشبہ المدح کہہ سکتے ہیں یعنی مذمت کی تاکید ایسے الفاظ کے ذریعہ کرنا جو بظاہر مدح معلوم ہوتے ہوں۔

حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو عالمِ ظاہر میں شفیع بنانا مولوی اسمٰعیل کو اچھا معلوم نہیں ہوتا حالانکہ حضُور صلّی اللہ علیہ وسلّم نہ صرف عالمِ ظاہر بلکہ عالمِ آخرت میں بھی گنہ گاروں کے شفیع ہیں ــــ یہ ڈھکی چھپی بات نہیں، بالکل ظاہر و باہر ہے ــــ عالمِ ظاہر میں شفاعت پر تو یہی ایک آیت کافی ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ

---

[1] معاذ اللہ حضُور صلی اللہ علیہ وسلّم کو شفیع بنانا ایک "نامعقول بات" ہے۔ خود قرآنِ حکیم میں ارشاد ہوتا ہے عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ (بنی اسرائیل: ۷۹) یہاں مقامِ محمود سے مراد مقامِ شفاعت ہی ہے۔ اس کے علاوہ آیتِ مذکورہ وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ الخ اِسی حقیقت پر دلالت کرتی ہے۔ مسعُود

[2] اسمٰعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبُوعہ لاہور، ص ۶۷

الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ○ [۱]

(ترجمہ) اَور اگر جب وُہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اَے محبُوب تمہارے حضور حاضر ہوں اَور پھر اللہ سے معافی چاہیں اَور رسُول اُن کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

ایک حدیث شریف میں حضُور صلی اللہ علیہ وسلّم اپنی عظمتوں کا ذِکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

اذکان یوم القیٰمۃ کنت امام النبیین وخطیبھم وشفاعتھم غیر فخر۔ [۲]

(ترجمہ) قیامت کے دن میں انبیاء کا اِمام اَور خطیب اَور اُن کا صاحبِ شفاعت ہُوں گا اَور یہ بات فخر سے نہیں کہتا۔

ان تمام حقائق کے باوجود مولوی اسمٰعیل نے اپنے مطلب کی بات نکالی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو کسی کام کے لِئے اللہ تعالیٰ کے حضور شفیع بنانا "نامعقول بات" ہے۔(معاذ اللہ)

پھر اگر نامعقول بات ہے تو ہوش اُس کے اُڑنے چاہئیں جو نامعقول بات کہے

سُننے والے کے ہوش اُڑنا عجیب بات ہے اَور وُہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے ہوش

قلبِ مسلم یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے لِئے یہ الفاظ استعمال کرنا کہ:۔

"دہشت کے مارے ہوش اُڑ گئے"

اِنتہا درجہ کی بے باکی اَور گستاخی نہیں ــــ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے ہوش تو اُس وقت بھی قائم رہیں گے جب قیامت کی دہشت سے سب کے دِل دہل رہے ہوں گے اَور سب حیران و

---

[۱] القرآن الحکیم، سُورۃ النساء ۶۴

[۲] (ا) اِمام محمد بن عیسٰی: ترمذی شریف، جلد دوم، ص ۲۰۱

(ب) جلال الدین سیوطی: خصائص الکبریٰ، جلد دوم، فیصل آباد، ص ۲۲۴

پریشان ہوں گے ــــــ آپ ہی دربارِ الٰہی میں سب سے پہلے حاضر ہوں گے۔
قرآن حکیم میں جہاں حضرت موسیٰ علیہ السّلام کے متعلق یہ بتایا جا رہا ہے کہ جب پہاڑ پر تجلّیاں جلوہ ریز ہوئیں تو اس کی تاب نہ لا کر پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا اور حضرت مُوسیٰ علیہ السّلام بے ہوش ہو گئے ؎

موسیٰ زہوش رفت بیک پرتوِ صفات
تُو عین ذات می نگری در تبسّمی

اِسی قرآن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے لیئے فرمایا جا رہا ہے کہ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى[1] آپ نے پروردگار کی بڑی بڑی تجلّیاں اور نشانیاں دیکھیں مگر مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى[2] بے ہوش ہونا تو بہت دُور کی بات ہے آپ نے تو آنکھ بھی نہ جھپکی اور نظر بھی نہ بہکی ــــــ
حیرت کی بات یہ ہے کہ جس صفحے پر مولوی اسمٰعیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے لیئے یہ ناشائستہ کلمات لکھے ہیں اسی صفحے پر یہ شعر بھی لکھّا ہے ؎

از خدا خواہیم توفیقِ ادب
بے اَدب محرُوم گشت از فضلِ رب

اللہ اللہ! توفیقِ ادب کی اِلتجا ہے اور بے اَدبی ہوتی جا رہی ہے، سچ ہے ؏

بے اَدب محرُوم گشت از فضلِ رب

نویں عبارت

ایک حدیث شریف میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:۔

---

[1] القرآن الحکیم، سورۃ النجم، ۱۸
[2] القرآن الحکیم، سورۃ النجم، ۱۷

یُوں نہ کہو جو اللہ نے چاہا اَور مُحمّد نے چاہا بلکہ یوں کہو جس کو اللہ وحدہٗ لا شریک

نے چاہا۔ [۱]

یہ کلمات نا تمام نقل کیئے۔ اصل الفاظ یہ ہیں :۔

لا تقولوا ما شاء اللّٰہ وشاء فلان ولکن قولوا ما شآء اللّٰہ

ثم شآء فلان۔ [۲]

(ترجمہ) یہ نہ کہو جو اللہ نے چاہا اَور فلاں نے چاہا بلکہ یوں کہو جو اللہ نے چاہا پھر

فلاں نے چاہا۔

اِس حدیث شریف میں حضور تو حضور، غیر کی چاہت سے بھی اعراض نہیں کیا گیا مگر چاہنے کا سلیقہ بتا دیا۔ مگر مولوی اِسمٰعیل دہلوی نے حدیث شریف کا وُہ حِصّہ نقل کر کے جس سے ان کی مزعومہ بات ثابت ہوتی تھی یہ نتیجہ اخذ کیا :۔

دسویں عبارت

یعنی شانِ اُلوہیت میں کسی مخلوق کو دخل نہیں، خواہ وُہ کتنا ہی بڑا اَور کیسا

ہی مقرّب کیوں نہ ہو مثلاً یوں نہ کہا جائے کہ اللہ اَور رسُول چاہے گا تو کام

ہو جائے گا کیونکہ دُنیا کا سارا کاروبار اللہ کے چاہنے سے ہوتا ہے، رسُول

کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ [۳]

تحویلِ قبلہ کا واقعہ رسُول علیہ السّلام کی چاہت کا ایک ادنیٰ معجزہ ہے۔ ایک چہرے کے پھرنے سے سارے عالم کے چہرے پھر گئے ——— یہ کوئی معمولی بات ہے ؟ ———

---

[۱] اِسمٰعیل دہلوی : تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان مطبوعہ لاہور، ص ۶۹

[۲] قطب الدین خان : مظاہرِ حق شرح مشکوٰۃ شریف، جلد اوّل، لاہور، ص ۵۱۰

[۳] اِسمٰعیل دہلوی : تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور ص ۶۹

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَیْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ[۱]

(ترجمہ) ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف مُنہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اُس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔ ابھی اپنا مُنہ پھیر دو مسجدِ حرام کی طرف اور اے مسلمانو! تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اس طرف کرو۔

کِسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

اَے زہے شانِ عبدیّت تِری تُو جدھر ہے اُدھر خُدائی ہے

ایک دُوسری آیت میں اِس چاہت کی مزید تشریح کی گئی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَیْهَاۤ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیْهِ ؕ[۲]

(ترجمہ و تفہیم) جس قبلے کی طرف تمہاری نگاہِ کرم تھی ہم نے اُس کو اِس لِئے قبلہ بنایا کہ یہ اعلانیہ ظاہر ہو جائے کہ کون تمہاری چاہت کا پاس و لحاظ رکھتے ہُوئے تمہاری پیروی کرتا ہے اُور کون اِس چاہت کو ٹھکرا کر اُلٹے پاؤں پھرتا ہے۔

کیا خوب کہا ہے ع

کعبہ کا کعبہ رُوئے محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم

حضُور صلی اللہ علیہ وسلّم کی چاہت کو جس نے ٹھکرایا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور وُہ مردُود ٹھہرا۔ اِسی لِئے خلیفہ ہارون الرشید کے دسترخوان پہ جب کدّو پک کر آیا۔ ایک صاحب نے کہا کہ

---

[۱] القرآن الحکیم، سورۃ البقرہ، ۱۴۴

[۲] القرآن الحکیم، سورۃ البقرہ۔ ۱۴۳

"کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو پسند تھا" دُوسرے صاحب نے کہا "لیکن مجھے پسند نہیں" ـــــــ اس کا اتنا کہنا تھا کہ امام ابُو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے سر قلم کرنے کے لئے تلوار کھینچ لی اَور جب تک اُس نے توبہ نہ کر لی، اُس کو نہ چھوڑا ـــــــ محبّت کے معاملے بہت نازک ہوتے ہیں۔ محبّت جیسی کوئی چیز نازک نہیں ـــــــ اسی لئے کہا ہے ؎

لے سانس بھی آہستہ کہ نازک ہے بہت کام
آفاق کی اِس کارگہِ شیشہ گری کا

حضُور صلی اللہ علیہ وسلّم کی چاہت کی کیا بات، اِرشاد ہوتا ہے:۔

لو شئت لاجری اللہ معی جبال الذھب والفضۃ [۱]

مَیں چاہتا تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ چلتے۔

اللہ اکبر! چاہت کی یہ شان اَور پھر بھی مولوی اسمٰعیل دہلوی یہ فرمائیں:۔

"رسُول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔" [۲] (معاذ اللہ)

گیارھویں عبارت

مسندِ احمد کی ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں ایک اُونٹ آیا اَور اس نے آپ کو سجدہ کیا، یہ دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی آرزوئے سجدہ کا اظہار کیا۔ اِس پر حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:۔

"اپنے رب کی عبادت کرو۔ اپنے بھائی کی تعظیم کرو۔" [۱]

اِس حدیث شریف سے مترشح ہوتا ہے کہ سجدہ رب تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے۔ البتہ بزرگوں کی عزّت اَور احترام لازم ہے ـــــــ حضُور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ازراہِ انکسار فرمایا:۔

---

[۱] جلال الدین سیوطی: خصائص الکبریٰ، جلد دوم، مطبوعہ فیصل آباد، ص ۱۹۵

[۲] اسمٰعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۴۹

"اپنے بھائی کی تعظیم کرو۔"

مولوی اسمٰعیل نے حسبِ معمول ان منکسرانہ الفاظ کو حقیقت پر محمول کر کے جو نتیجہ نکالا وُہ یہ ہے :۔

بارھویں عبارت

یعنی تمام انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں، جو بہت بزرگ ہو وُہ بڑا بھائی ہے۔ اُس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کرو، باقی سب کا مالک اللہ ہے۔ عبادت اسی کی کرنی چاہیئے۔ معلوم ہوا کہ جتنے اللہ کے مقرّب بندے ہیں، خواہ انبیاء ہوں، اولیاء ہوں، وُہ سب کے سب اللہ کے بے بس بندے ہیں اور ہمارے بھائی ہیں مگر حق تعالیٰ نے انہیں بڑائی بخشی تو ہمارے بڑے بھائی کی طرح ہوتے۔[1]

حدیث شریف میں صرف "بھائی" کا ذکر ہے، چھوٹے بڑے کا نہیں۔ مولوی اسمٰعیل نے لفظ "بھائی" کو حقیقت پر محمول کر کے اس کی تقسیم کی اور "چھوٹے بڑے بھائی" کا بزعمِ خود تعیّن کیا، ـــــــ اس کے علاوہ حدیث شریف میں "بے بسی" کا کوئی ذکر نہیں لیکن چونکہ مولوی اسمٰعیل انبیاء و اولیاء کو بے بس دیکھنا چاہتے ہیں اس لیئے یہ بات اپنے دل سے نکال لی۔

مولوی اسمٰعیل کی تشریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ وُہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو زیادہ سے زیادہ "بڑے بھائی" کا درجہ دینے کے لیئے تیاّر ہیں اس سے زیادہ نہیں۔ حالانکہ قرآنِ حکیم بھائی تو بھائی آپ کو باپ کہنے کی بھی ممانعت کر رہا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے :۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ[2]

---

[1] اسمٰعیل دہلوی، تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، ص ۷۱

[2] القرآن الحکیم، سورۃ الاحزاب، ۴۰

(ترجمہ) محمدؐ تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔

بلکہ اس سے بھی زیادہ :-

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ [1]

(ترجمہ) یہ نبی مسلمانوں کا ان کی جان سے زیادہ مالک ہے اور اس کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں۔

جو رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم باپ سے زیادہ عزیز ہو اور جان سے زیادہ مالک و محبوب ہو اُس کو "بڑا بھائی" کہنا کس قدر جرأت و بے باکی کی بات ہے۔

تذکیر الاخوان مولوی اسمٰعیل سے منسوب کی جاتی ہے اس میں سورۃ الحجرات کی ایک آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

تیرھویں عبارت

یعنی طاقتور مسلمان "بڑا بھائی" اور کمزور مسلمان "چھوٹا بھائی" ہے۔ اور غیر مسلم بھائی ہے ہی نہیں۔ پھر بادشاہ ہو یا امیر، حاکم ہو یا وزیر، مولوی ہو یا مفتی، مشائخ ہو یا پیر اور امیر یا فقیر بھائی سے زیادہ کسی کی حقیقت نہیں جب مسلمان کے لیئے یہ بات ہے تو کافروں کو تو گدھوں، کتوں یا چوہڑے چماروں کی طرح سمجھنا چاہیئے۔ [2]

اِس اقتباس سے تو یہ معلوم ہوا کہ انبیاء و صلحاء "بڑے بھائی" بھی نہیں بلکہ "چھوٹے بھائی" ہیں کیونکہ مولوی اسمٰعیل کے نزدیک وُہ کمزور ہیں اور معاذ اللہ سب کے سب اللہ کے "بے بس بندے"

---

[1] القرآن الحکیم، سورۃ الاحزاب، ۶

[2] اسمٰعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۲۶۸

——— اگر ان اقتباسات پر زیادہ غور و فکر فرمائیں تو اور تلخ حقائق سامنے آتے ہیں۔
پچھلے بہت سے اقتباسات میں انبیاء و اولیاء کو اللہ کی شان کے آگے (معاذ اللہ) چمار ہی نہیں چمار سے زیادہ ذلیل کہہ آئے ہیں اور اب یہ کہہ رہے ہیں کہ کافروں کو چوڑے، چماروں کی طرح سمجھنا چاہیئے، تو معاذ اللہ کفّار و مشرکین، انبیاء و اولیاء سے ایک درجہ اوپر ہوئے۔ کیوں کہ کفّار چمار کی طرح اور وہ معاذ اللہ چمار سے زیادہ ذلیل ——— اور بقول مولوی اسمٰعیل، کافر بھائی ہے ہی نہیں تو معاذ اللہ جو ان سے نیچے درجے پر ہو وہ کیسے بھائی ہوا؟ ——— اس قسم کا اظہارِ خیال تو دورِ جدید کے کسی غیر مسلم نے بھی نہ کیا ——— ان کلمات کو سن کر غیر مسلموں کے سامنے ہماری نگاہیں جھک جاتی ہیں ——— افسوس صد افسوس یہ کیا لکھ دیا!

حضرت ابنِ عبّاس رضی اللہ عنہ تو یہ فرماتے ہیں:-

ان اللّٰہ فضل محمدا علی الانبیاء و علی اھل السماء۔ [1]

اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کو تمام آسمان والوں اور کل نبیوں پر فضیلت دی۔

اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلّم فرما رہے ہیں:-

انا اکرم الاولین والاٰخرین علی اللّٰہ ولا فخر۔ [2]

میں اللہ کے نزدیک اوّلین و آخرین سے بہتر ہوں اور یہ بات فخر سے نہیں کہتا۔

اور قرآنِ حکیم نے جو آپ سے الفت و محبّت کا معیار رکھا ہے، وہ ہرگز معاشرے کے کسی "بڑے بھائی" کے لیئے نہیں رکھا جاتا، غور کرو، خوب غور کرو ——— ارشاد ہوتا ہے:-

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ الخ [3]

---

[1] محمد ابو عبد اللہ ولی الدین: مشکوٰۃ المصابیح: باب فضائل سیّد المرسلین، فصل ثالث، مطبوعہ دہلی

[2] ایضاً، ص ۵۱۴

[3] القرآن الحکیم، سورۃ التوبہ، ۲۴ (یہ آیت پیچھے آچکی ہے)

(ترجمہ) آپ فرما دیجئے اگر تمہارے باپ اَور تمہارے بیٹے اَور تمہارے بھائی اَور تمہاری عورتیں اَور تمہارا کُنبہ اَور تمہاری کمائی کے مال اَور وُہ سَودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اَور تمہارے پسند کا مکان، یہ چیزیں اللہ اَور اُس کے رسُول اَور اُس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے۔ الخ

اَور اِس آیت کی تشریح و تفسیر مزید اس حدیث شریف سے ہوتی ہے :-

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین [۱]

(ترجمہ) تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اُس کے نزدیک اُس کے والد، اُس کی اَولاد اَور تمام لوگوں سے زیادہ محبُوب نہ ہو جاؤں۔

اَور ایک اَور حدیث شریف میں اِرشاد ہوتا ہے کہ ایمان کی حلاوت اُس کو ملے گی۔

من کان اللہ ورسولہ احبّ الیہ مما سواھما۔ [۲]

(ترجمہ) جس شخص کے نزدیک اللہ اَور اُس کا رسُول تمام ماسوا سے زیادہ محبُوب ہو۔

یقیناً یہ کوئی عظیم شخصیّت ہے جس سے محبّت کے لئے اِس قدر فدا کارانہ اَور جانثارانہ جذبے کی ضرورت ہے ـــــ ہاں یہ اِتنی عظیم ہے جس کا تعارف خود خدا کرا رہا ہے۔ اِرشاد ہوتا ہے :-

ولقد خلقت الدنیا واھلھا لاعرفھم کرامتك ومنزلتك لولاك ماخلقت الدنیا۔ [۳]

(ترجمہ) میں نے دُنیا اَور مخلوقات دُنیا اِس لِئے بنائی کہ میری بارگاہ میں جو تمہاری عزت و

---

[۱] محمد بن اسمٰعیل : بخاری شریف، کتاب الایمان، باب ۸، حدیث ۱۴

[۲] بخاری شریف، کتاب الایمان، باب ۱۴، حدیث ۲

[۳] احمد زینی الدحلان مکّی : السیرۃ النبویہ والآثار المحمدیہ، علی حاشیہ سیرت الحلبیہ، بیروت، ص ۷ (بروایت ابن عساکر)

منزلت ہے ان پر ظاہر کروں، اگر تم نہ ہوتے تو میں دُنیا نہ بناتا۔

غور کرو، دُنیا دار العمل ہے اور آخرت دار الجزاء ـــــــ دار الجزاء کا دار و مدار دار العمل پر ہے۔ جب دار العمل ہی نہیں تو دار الجزاء کیسا، اس حدیث کا اب یہ ترجمہ ہوگا کہ اگر تم نہ ہوتے تو میں دُنیا و آخرت پیدا نہ کرتا۔ چنانچہ ایک دُوسری حدیث میں ہے:۔

لولا محمد ما خلقتك ولا ارضاً ولا سماءً۔ [۱]

(ترجمہ) (اے آدم) اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلّم) نہ ہوتے تو نہ میں تجھے پیدا کرتا اور نہ آسمان و زمین کو بناتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلالِ رسالت لیے ہُوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرما رہے ہیں:۔

ا۔ یا عمر أتدری من أنا؟ انا الذی بعثنی اللہ فی التوراۃ لموسیٰؑ وفی الانجیل لعیسیٰؑ وفی الزبور لداؤدؑ ولا فخر۔ [۲]

(ترجمہ) اے عمرؓ تم جانتے ہو کہ مَیں کون ہُوں؟ ـــــــ مَیں وُہ ہوں جس کو اللہ تعالیٰ نے مُوسیٰؑ کے لیے تورات میں مبعوث فرمایا، عیسیٰؑ کے لیے انجیل میں اور داؤدؑ کے لیے زبُور میں مبعوث فرمایا ـــــــ اور اِس پر مجھے کوئی غرور نہیں۔

ب۔ یا عمر أتدری من أنا؟ أنا اسمی فی التوراۃ أحید وفی الانجیل البارقلیط وفی الزبور حمیاطا وفی صحف ابراھیم طاب طاب [۳]

(ترجمہ) اے عمرؓ! تم کو معلوم ہے کہ مَیں کون ہُوں؟ ـــــــ مَیں وُہ ہُوں

---

[۱] احمد زینی الدحلان مکیؒ: السیرۃ النبویۃ والآثار المحمدیہ، علی حاشیہ سیرت الحلبیہ، بیروت، ص ۵

[۲، ۳] علی بن برہان الدین الحلبی: سیرتِ حلبیہ، مطبوعہ مصر، ص ۲۳۳

جس کا نام تورات میں "احید" ہے اور انجیل میں "بارقلیط" ہے، زبور میں "حمیاطا" ہے اور صحفِ ابراہیم میں "طاب طاب"۔

کیا ایسی عزت والے اور ایسی منزلت والے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے یہ خیال بھی کیا جاسکتا ہے کہ وہ ہمارے "بڑے بھائی" کی طرح ہیں اور اللہ کے بے بس بندے؟ ——————

ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، —————— رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار کا عالم اس آیتِ شریفہ سے ظاہر و باہر ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ۝ [1]

(ترجمہ) اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اللہ اور رسول کے دیئے پر راضی ہوتے اور کہتے خدا کافی ہے۔ اب ہمیں دے اللہ و رسول اپنے فضل سے، ہم اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔

مولوی اسمٰعیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور رب تعالیٰ کے درمیان جو حدِّ فاصل کھینچی ہے خود رب تعالیٰ نے اس کو مٹا دیا اور اپنے ساتھ اپنے محبوب کا ذکر کر کے اِس خیال کو باطل کر دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سامنے بے بس ہیں —————— بلکہ اس کی معیتِ کاملہ میں مختار ہیں۔

چنانچہ بخاری شریف میں ہے:۔

انه کان فقیرا فاغناه الله ورسوله۔ [2]

(ترجمہ) (ابنِ جمیل) فقیر تھا، اللہ اور اس کے رسول نے اُس کو غنی کر دیا۔

---

[1] القرآن الحکیم، سورۃ التوبۃ، ۵۹

[2] محمد بن اسمٰعیل البخاری: صحیح البخاری، جلد اوّل، باب قول اللہ تعالیٰ وفی الرقاب والغارمین، مطبوعہ قصور، ص ۱۹۸

وُہ بے بس کیسے ہو سکتا ہے جو دُوسروں کو بھی غنی بنا دے ـــــــ ذرا غور تو کریں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو "بڑا بھائی" کہنے میں مذہبی اَور رُوحانی خطرات تو ہیں ہی مگر اس میں بہت سے نفسیاتی اَور سیاسی خطرات بھی ہیں۔

ہر انقلاب برپا کرنے کے لیئے کسی نہ کسی شخصیّت سے ایسی جیسیدگی اَور پیوستگی ضروری ہے جس سے فدا کاری اَور جاں نثاری کے تمام عناصر موجود ہوں، اگر یہ والہانہ تعلق نہیں تو کوئی انقلاب برپا نہیں ہو سکتا ـــــــ تاریخِ عالم پر نظر ڈالیئے، آپ کو یہی کچھ دکھائی دے گا ـــــــ گذشتہ نصف صدی میں ہندوستان، پاکستان، روس، چین، ویت نام وغیرہ میں ایسی شخصیتیں اُبھریں قوم نے جن سے اپنے فداکارانہ تعلق کا مظاہرہ کیا اَور انقلابات آئے ـــــــ تو جب علاقائی انقلابات کے لیئے قوم کا شخصیّتوں سے ایسا والہانہ تعلق ضروری ہے تو غور کریں کہ جس ذاتِ قدسی نے سارے عالم کو متاثّر کیا اَور ایک عظیم انقلاب برپا کیا اُس سے کس کمال کی پیوستگی ضروری ہے یا نہیں؟ ـــــــ دُنیا میں اِسلامی انقلاب کا سب سے بڑا محرّک حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے ملّتِ اِسلامیہ کا یہی جاں نثارانہ تعلق ہے جو مطلوب و مقصودِ قرآن ہے ـــــــ

مولوی اِسمٰعیل نے تقریباً ۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء کے لگ بھگ "بڑے بھائی" کا نعرہ لگایا اَور اس تعلق کو کمزور کیا جو سیاسی قوّت کی جان ہے تو کیا ہوا؟ ـــــــ بالاکوٹ میں شکست ہوئی، پھر سکوتِ دہلی کا سانحہ پیش آیا اَور عملاً ہندوستان ہاتھ سے چلا گیا، سلطنتِ عثمانیہ پر زوال آیا ـــــــ الغرض اس نعرے نے اِسلامی ساکھ پر ضربِ کاری لگائی ـــــــ اَور جب وہی قرآنی نعرہ لگایا گیا اَور سب کو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کے قدموں کی طرف بلایا تو دُنیا نے دیکھا کہ سینۂ گیتی پر ایک عظیم سلطنت پاکستان اُبھر رہی تھی اَور جب اِس جذبۂ عشق کو دبا دیا تو یہی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اَور ایک ہمہ گیر اِنتشار پیدا ہو گیا جو اُسی وقت ختم ہوا جب غلامانِ محمّد صلی اللہ علیہ وسلّم سینہ سپر ہو کر میدان میں آئے اَور پھر دُنیا نے دیکھا کہ ایک تعمیری انقلاب آیا ـــــــ تو اُن تمام شواہد کو سامنے رکھتے ہُوئے دل خود بخود گواہی دیتا ہے کہ سیاست و حکومت کی بقا اَور استحکام کے لیئے بھی

حضورصلی اللہ علیہ وسلّم سے والہانہ اور جاں نثارانہ عشق ومحبّت لازمی ہے۔ ع

دہر میں اِسمِ محمّد سے اُجالا کر دے

چودھویں عبارت

بخاری شریف اور مسلم شریف کی ایک حدیث میں حضورصلی اللہ علیہ وسلّم نے ازراہِ انکسار فرمایا:۔

میں تو محض اُس کا بندہ ہی ہُوں، تم مجھے اللہ کا بندہ اور اُس کا رسُول کہو۔[۱]

مولوی اِسمٰعیل نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے:۔

مگر بشر رسُول بن کر بھی بشر ہی رہتا ہے، بندہ ہونا ہی اُس کے لئے سببِ فخر ہے۔ نبی بن کر بشر میں خدائی شان نہیں آجاتی اور خُدا کی ذات میں نہیں مِل جاتا، بشر کو بشر ہی کے مقام پر رکھو۔[۲]

یہ بات مولوی اِسمٰعیل کو خدا سے کہنی چاہیئے کہ "بشر کو بشر ہی کے مقام پر رکھو" کیونکہ خدا نے قرآنِ کریم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے جس معیّت ومحبّت کا اِظہار فرمایا ہے اس کو دیکھ کر تو یہ شعر زبان پر آتا ہے ؎

تم ذاتِ خدا سے نہ جُدا ہو، نہ خُدا ہو
اللہ ہی کو معلوم ہے، تم کون ہو، کیا ہو؟

ایک حدیث شریف میں خود ارشاد فرمایا کہ "یا ابا بکر، والذی بعثنی بالحق لم یعلمنی حقیقۃً غیر ربی"[۳]۔ اے ابوبکر! قسم ہے اُس کی جس نے سچائی کے ساتھ مجھے بھیجا میری حقیقت سوائے میرے پروردگار کے کسی نے نہ جانی ——— ہم کون اُن کے مقام کا تعیّن کرنے والے! ——— خداوند تعالیٰ نے اپنی اور اپنے حبیبِ لبیب صلی اللہ علیہ وسلّم سے

---

[۱] اِسمٰعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۴۳

[۲] ایضاً، ص ۴۳

[۳] محمد المہدی الفاسی: مطالع المسرات، فیصل آباد، ص ۱۲۹

محبّت کے لِئے دوسرا معیار نہیں رکھا، ایک ہی معیار رکھا ——— بشر کو بشر کے مقام پر رکھنے کا تقاضا یہ تھا کہ خدا اَور بندے کے لِئے محبّت کے الگ الگ معیار ہوتے، لیکن نہیں، ایسا نہیں کیا گیا، ——— بلکہ قرآنِ کریم میں جہاں اپنی محبّت کو دُنیا جہان کی محبت سے بالاتر رکھنے کا حکم دیا وہاں یہی حکم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے لِئے بھی دیا اَور اپنی محبّت کی طرح آپ کی محبّت کو بھی دُنیا جہان کی محبّت سے بالاتر قرار دیا اَور صاف صاف فرما دیا کہ اگر تم رسول علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے ایسی محبّت نہیں کر سکتے تو عذابِ الٰہی کا اِنتظار کرو۔

یہ جو مولوی اِسمٰعیل نے کہا کہ "بندہ ہونا ہی اس کے لِئے سببِ فخر ہے ——— یہ غور نہ فرمایا کہ بندے تو ہم بھی ہیں، یہ فخر تو ہم سب کو حاصل ہے۔ پھر نبی اَور رسُول کا اِمتیاز کیا ہے؟ ——— کم از کم اقبالؔ والی بات کہہ دی ہوتی ——— وہ کہتا ہے کہ بندے تو سب ہی ہیں مگر "بندہ" ہونے اَور "اُس کا بندہ" ہونے میں بڑا فرق ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ۔[1]

(ترجمہ) پاکی اُسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا۔

فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ۔[2]

(ترجمہ) پس وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

سُبحان اللہ، سُبحان اللہ! ہاں ؎

عبد دیگر، عبدہٗ چیزے دِگر
ما سراپا اِنتظار، اُو مُنتظَر (اقبالؔ)

وُہ کہتا ہے کہ ہم جیسے بندوں کا تو حال یہ ہے کہ ہم رحمتِ باری کا اِنتظار کر رہے ہیں اَور اُن کا حال یہ ہے کہ رحمتِ باری اُن کا اِنتظار کر رہی ہے۔ ——— سُبحان اللہ!

---

[1] القرآن الحکیم، سورۃ بنی اِسرائیل، ۱

[2] القرآن الحکیم، سورۃ النجم، ۱۰

اِنتظار کا عالم یہ ہے کہ اِرشاد ہو رہا ہے :۔

ان الجنۃ حرام علی الانبیاء حتی تدخلها یا محمد وعلی الامم حتی تدخلها امتك ۔[1]

(ترجمہ) اَے محمّدؐ جب تک جنّت میں آپ داخل نہ ہوں گے تمام نبیوں پر جنّت کا داخلہ قطعاً بند رہے گا اَور جب تک آپ کی اُمّت جنّت میں داخل نہ ہو جائے گی، ساری اُمّتوں کا داخلہ بند رہے گا۔

مولوی اِسمٰعیل نے کہا کہ "بشر کو بشر ہی کے مقام پر رکھو" خدا سے نہ ملاؤ! ـــــــ مگر قرآنِ حکیم جگہ جگہ کس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو خدا سے ملا رہا ہے ـــــــ سُنو :۔

(ا) اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۔[2]

(ترجمہ) اللہ اَور اُس کے رسُول نے اپنے فضل سے اُنھیں غنی کر دیا۔

(ب) وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۔[3]

(ترجمہ) اَور کیا اچھا ہوتا اگر وُہ اس پر راضی ہوتے جو اللہ اَور اُس کے رسُول نے اُن کو دیا۔

(ج) اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۔[4]

(ترجمہ) بے شک اللہ اَور اُس کا رسُول تمہارا مددگار ہے۔

بہت سی آیات ہیں، کہاں تک عرض کیا جائے ـــــــ ہاں ایک حدیث پاک

---

[1] علی بن بُرہان الدین الحلبی : سیرتِ حلبیہ، مطبُوعہ مِصر، ص ۴۳۲

[2] القرآن الحکیم، سُورۃ التوبہ، ۷۴

[3] القرآن الحکیم، سورۃ التوبہ، ۵۹

[4] القرآن الحکیم، سورۃ المآئدۃ، ۵۵

ضرور سماعت فرمائیں، جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو اس بلندی پر پہنچایا کہ عقل کے پر جل گئے ــــــــ سُنیئے :۔

ان محمدّا یوم القیامۃ علی کرسی الربّ بین یدی الرب۔[1]

(ترجمہ) بے شک محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم قیامت کے روز اپنے رب کے حضور اُس کی کُرسی پر جلوہ افروز ہوں گے۔

اَب کس کی جرأت ہے جو خُدا سے یہ کہے کہ تُو نے اپنے حبیبِ لبیب صلی اللہ علیہ وسلّم کو اپنے سامنے اپنی کرُسی پر کیوں بٹھایا، یہ تو بشر ہیں، ان کو بشر ہی کے مقام پر رکھ؟

پندرھویں عبارت

ایک حدیث پاک کی تشریح کرتے ہُوئے مولوی اسمٰعیل لکھتے ہیں :۔

پہلے معنی کے لحاظ سے ایک چیونٹی کا سردار بھی آپ کو نہ مانا جائے کیونکہ آپ اپنی طرف سے ایک چیونٹی میں بھی تصرّف کے مختار نہیں۔[2]

ایسے الفاظ لکھتے ہُوئے دِل لرزتا ہے اور قلم کانپتا ہے نہ معلوم مولوی اسمٰعیل نے کس دِل سے یہ باتیں لکھ دیں! ــــــــ

حدیث شریف میں آتا ہے :۔

اعطیت الکنزین الاحمر والابیض۔[3]

(ترجمہ) میرے ہاتھ میں سُرخ وسپید دونوں خزانے دے دیئے گئے۔

جب کونین کے خزانے دے دیئے گئے تو اَب یہ کہنا کہاں تک صحیح ہو گا کہ آپ کو اپنی طرف

---

[1] تجلی الیقین، مطبوعہ مُرادآباد (۱۳۰۵ھ)، ص ۲۹ بحوالہ نسیم الریاض للعلامۃ الشہاب الخفاجی

[2] مولوی اسماعیل دہلوی: تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان، مطبوعہ لاہور، ص ۷۶

[3] محمد ابو عبداللہ ولی الدین: مشکوٰۃ المصابیح، باب فضائل سیّد المرسلین، دہلی ۱۹۳۲ء، ص ۵۱۲

سے ایک چیونٹی میں بھی تصرّف کا اختیار نہیں (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) ________ جب مختار بنا دیا گیا تو پھر مجبوری کی بات کرنا معقول بات نہیں ________

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی ہیبت و جلال کا یہ عالم ہے کہ درندے تک نامِ نامی سُن کر غلاموں کی رہنمائی کرتے ہیں ________ حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرزمین روم میں لشکر سے بچھڑ گئے تلاش کرتے پھر رہے تھے کہ جنگل سے شیر نمودار ہوا۔ آپ نے بے ساختہ فرمایا:۔

یا ابا الحارث انا مولی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم۔[1]

(ترجمہ) اے شیر! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا غلام ہوں۔

یہ سُننا تھا کہ شیر قدموں میں جُھک گیا اور آپ کی رہنمائی کی یہاں تک کہ آپ لشکر سے مل گئے

کیا کسی مجبور انسان کی بحر و بر پر اس طرح حکومت ہوتی ہے؟

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب ہرقل روم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے احوال مُبارک سُنے تو بے ساختہ پکار اُٹھا:۔

فسیملك موضع قدمی ھاتین[2]

(ترجمہ) عنقریب وُہ میرے ان دونوں قدموں کی جگہ کے (یعنی تخت و تاج کے) مالک ہوں گے۔

اور اسی حدیث میں آیا ہے کہ ہرقلِ روم نے برملا کہا:۔

ھذا ملك ھذہ الامۃ قد ظھر۔[3]

(ترجمہ) یہی اِس زمانے کے لوگوں کا بادشاہ ہے جو ظاہر ہو گیا۔

---

[1] ابونعیم الاصبہانی: حلیۃ الاولیاء، مطبوعہ بیروت، جلد اوّل، ص ۳۶۹

[2] محمد بن اسمٰعیل البخاری: صحیح البخاری، کتاب الوحی، باب نمبر ۱، حدیث نمبر ۶

[3] بخاری شریف، کتاب الوحی، باب نمبر ۱، حدیث نمبر ۶

جو بات غیر مسلم ہوتے ہوئے ہرقل روم پا گیا افسوس وُہ بات مسلم و عالم ہوتے ہُوئے صاحب تقویۃ الایمان نے نہ پائی ـــــــ اب تاویل کرنے والا یہ تاویل کرتا رہے کہ اُن کا مقصد اُس اختیار و اقتدار کی نفی کرنا تھا جو صرف حق مجدہٗ سے وابستہ ہے ـــــــ مگر سوال کرنے والا سوال کر سکتا ہے کہ آخر اس کی ضرورت کیوں پیش آئی ۔ اور اس بے ڈھنگے طریقے سے اِس حقیقت کا اظہار کیوں فرمایا جس سے سراسر تنقیصِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلّم کی بُو آ رہی ہے ـــــــ ؟ کسی وزیرِ اعظم کو کوئی بادشاہ اختیار و اقتدار دے اور اُس کی رعیّت میں سے اُٹھ کر کوئی یہ کہنے لگے " اے وزیرِ اعظم! تیری کیا حقیقت ہے ۔ تجھے تو ایک چیونٹی میں بھی تصرّف کا اختیار نہیں ، جو کچھ تجھے اختیار مِلا ہے وُہ تو بادشاہ نے دیا ہے " ـــــــ مگر کسی کی جرأت نہیں جو یہ بات وزیرِ اعظم سے کہے ـــــــ اور اگر کہے گا تو ہر درباری اُسے گستاخ ہی سمجھے گا حالاں کہ جو کچھ اُس نے کہا غلط نہ تھا ـــــــ تو غور کریں کہاں وُہ دُنیوی وزیر اور کہاں رسُولِ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی جنابِ عالی!

سولھویں عبارت

ایک حدیث شریف کی تشریح کرتے ہوئے مولوی اسمٰعیل جبروتی انداز میں اپنے مزعومات کو اِس طرح ثابت کرتے ہیں :۔

"میرا نام محمّد ہے ، مَیں خالق یا رازق نہیں ، میں عام لوگوں کی طرح اپنے باپ ہی سے پیدا ہُوا ہوں اور میرا شرف بندہ ہونے میں ہے ، البتہ عوام میں اِس بات سے جُدا ہُوں کہ میں اللہ کے احکام کو جانتا ہُوں ۔ لوگ نہیں جانتے ۔ لہٰذا اُنہیں مجھ سے اللہ کا دین سیکھنا چاہیئے ۔"[1]

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلّم کو تبلیغی جماعت کا امیر بنا کر پیش کرنا ، کتنی بڑی جرأت ہے اور اہلِ دل کے لئے کس قدر تکلیف دِہ ہے ـــــــ کم از کم حدیث شریف کی شرح لکھتے وقت نام محمّد

---

[1] اسمٰعیل دہلوی : تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان ، مطبوعہ لاہور ، ص ۸۷

کے ساتھ صلّی اللہ علیہ وسلّم لکھ دیتے ـــــــ مگر غیظ و غضب میں یہ باتیں بھول گئیں ـــــــ ثابت یہ کرتا ہے کہ محمّد (صلی اللہ علیہ وسلّم) ایک عام انسان کی طرح ہیں، خاص اس لیے ہو گئے کہ وہ احکامِ الٰہی جانتے تھے اور لوگ نہ جانتے تھے۔ اس سے تو یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ ہر عالمِ دین مقامِ رسالت پر فائز ہے۔ (معاذ اللہ) ـــــــ اسی اندازِ فکر نے دعویٰ نبوّت کے لیے راہ ہموار کر دی اور اب بھی بعض طبائع میں یہ انانیّت موجود ہے ـــــــ اللہ تعالیٰ ان کی اصلاح فرمائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی عظمت و جلالت کو ان کے سینے میں جگہ دے۔ آمین!

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی جلالتِ علمی کا اندازہ تو اس حدیث شریف سے ہوتا ہے جس میں آپ نے فرمایا:-

ان اتقاکم و اعلمکم باللہ انا۔[1]

(ترجمہ) بے شک تم میں سب سے زیادہ احکامِ الٰہی کا پاسدار اور ذاتِ الٰہی کا جاننے والا میں ہوں)۔

اُس کی عظمت کا کیا ٹھکانہ جو نوعِ انسانی میں سب سے زیادہ ذاتِ الٰہی کا عرفان رکھتا ہو! ـــــــ کیا ایسی عظیم شخصیّت کا اسی طرح تعارف کرانا چاہیئے تھا جس طرح صاحبِ تقویۃ الایمان نے کرایا ہے؟ ـــــــ

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم میں حد درجہ عجز و انکسار تھا چنانچہ امام ترمذی رضی اللہ عنہ نے شمائل ترمذی شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے تواضع کے باب میں اس قسم کی احادیث کا ذکر کیا ہے جس قسم کی احادیث سے مولوی اسمٰعیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے مدارج عالیہ گھٹانے کی کوشش کی ہے۔ ـــــــ کسی کے تواضع و انکسار سے اُس کی کمتری پر استدلال کوئی معقول بات نہیں۔ مثلاً تواضع میں کوئی عالم یہ کہے کہ "فقیر کسی لائق نہیں"، تو کوئی معقول آدمی اس عالم کو جاہل و نالائق نہیں کہہ سکتا ـــــــ تواضع و انکسار اسلامی تہذیب کا ایک حصّہ ہے، مغربی تہذیب میں جس کا نام و نشان نہیں ـــــــ احادیث کی تشریح کرتے وقت اس حقیقت کو فراموش نہ کرنا چاہیئے۔

---

[1] بخاری شریف، کتاب الایمان، باب ۱۳، حدیث ۱۹

تاثّرات و تمیزّات

○ آپ سُن چکے، کہنے والے نے دبے لفظوں میں یہ کہا کہ (معاذ اللہ) نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلّم سے طلب و سوال کرنا ایسا ہے جیسے کوئی تاج شاہی ایک چمار کے سر پر رکھ دے۔ (معاذ اللہ)

○ آپ سُن چکے، کہنے والے نے دبے لفظوں میں یہ کہا کہ (معاذ اللہ) جس نے رسول علیہ التحیۃ والتسلیم کو پکارا اُس نے بھنگی اور چمار کو پکارا۔ (معاذ اللہ)

○ آپ سُن چکے، کہنے والے نے دبے لفظوں میں یہ کہا کہ (معاذ اللہ) نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلّم اللہ کے سامنے ذرّے سے بھی کم تر اور چمار سے زیادہ ذلیل ہیں۔ (معاذ اللہ)

○ آپ سُن چکے، کہنے والے نے صاف لفظوں میں کہا کہ (معاذ اللہ) جس کا نام محمدؐ یا علی ہے اُس کو کسی بات کا اختیار نہیں۔

○ آپ سُن چکے، کہنے والے نے صاف لفظوں میں کہا کہ (معاذ اللہ) دو عالم کے تاجدار، احمدِ مختار صلی اللہ علیہ وسلّم کے دہشت کے مارے ہوش اُڑ گئے۔

○ آپ سُن چکے، کہنے والے نے صاف صاف کہا کہ (معاذ اللہ) رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔

○ آپ سُن چکے، کہنے والے نے صاف صاف کہا کہ نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلّم اللہ کے بے بس بندے اور ہمارے بڑے بھائی ہیں۔ (معاذ اللہ)

○ آپ سُن چکے، کہنے والے نے یہ کہا کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم بشر ہیں اور بشر کو بشر ہی کے مقام پر رکھو۔

○ آپ سُن چکے، کہنے والے نے توحید کے پردے میں یہ کہا کہ تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم ایک چیونٹی کے بھی سردار نہیں ——— آپ اپنی طرف سے ایک چیونٹی میں بھی تصرّف کے

مختار نہیں۔ (معاذاللہ)

○ آپ سُن چکے، کہنے والے نے یہ کہا کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم عام لوگوں کی طرح اپنے باپ سے پیدا ہُوئے اَور ان کو عوام پر صرف اِس لئے برتری حاصل ہے کہ وُہ اللہ کے احکام جانتے تھے اَور لوگ نہ جانتے تھے۔ (معاذاللہ)

آپ نے اہانت وگستاخی کے خارزاروں کو دیکھا جہاں اہلِ محبّت کے قدم لڑکھڑاتے ہیں ——— جہاں الفاظ کی پکاروں اَور معانی کی آہوں سے کلیجہ منہ کو آتا ہے اَور سینے شق ہوتے جاتے ہیں ——— اللہ اللہ ——— کیسی کیسی باتیں کہہ دیں ——— حریمِ عشق میں کہرام مچا ہوا ہے ——— آنکھیں اشکبار ہیں ——— دِل فگار ہیں ——— کوئی تو ان محبّت کے ماروں کی خبر لے ——— کوئی تو ان کی آہیں سُنے ——— کوئی تو ان کے نالے سُنے ——— ہاں یہ کِس نے قیامت ڈھائی ہے؟ ——— ہاں یہ کِس نے دِل دُکھایا ہے؟ ——— ہاں یہ کِس نے جگر کا لگایا ہے؟ ——— ہاں کِسی کا نام نہ لو۔

ع آہوں سے شرارے اُٹھتے ہیں آنکھوں سے دریا بہتے ہیں

حریمِ عشق میں آگ لگائی تھی ——— بجھانے والوں نے بجھا دی تھی ——— مگر پھر لگائی جا رہی ہے ——— محبّت والو! گھر کی خبر لو ——— ہاں اِس کو اُجڑنے نہ دینا ——— یہ اُجڑ گیا تو جہان اُجڑ گیا ؎

رونقِ ہستی ہے عشقِ خانہ وِیراں ساز سے
انجمن بے شمع ہے گر برق خرمن میں نہیں

درسِ محبّت لینا ہے تو صحابہؓ سے لو ——— عشقِ خانہ ویراں ساز نے اُن سے اُن کے بزرگوں، عزیزوں اَور پیاروں کو چُھڑایا ——— ہاں ان کے جگر کے ٹکڑوں کو چھڑایا ——— اَور اُنھوں نے اللہ اَور اللہ کے رسُول، دو جہاں کے آقا صلی اللہ علیہ وسلّم کی خاطر سب کو چھوڑ دیا ——— ہاں وُہ پاسدارِ ناموسِ مصطفےٰ تھے ——— تم اسی محبّت کی پرورش کرنا ———

ہاں اُسی محبّت کی جو اِن و آں سے بے نیاز کر دیا کرتی ہے ؎

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دِل کو
عجب چیز ہے لذّتِ آشنائی

عقل کے ماروں نے دُنیا کو تباہی کے کنارے لا کھڑا کیا ـــــ اَب عشق والوں کی باری ہے کہ یہی ڈوبتوں کو نکالتے ہیں ـــــ یہی مُردہ تنوں میں رُوحیں پھُونکتے ہیں ـــــ یہی خزاں میں بہاریں لاتے ہیں ـــــ آؤ، آؤ دِلوں کو آباد کریں ـــــ آؤ، آؤ خزاں رسیدہ گلشنوں کو شاداب کریں ـــــ آؤ آؤ محبّت والوں کی دِلداری کریں کہ دِل دُکھانے والوں نے اِن کا بہت دِل دُکھایا ہے۔

یاد رکھو رب العالمین اور عالمین کے محبُوب و ممدُوح سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم ہیں ـــــ جہاں کی ساری محبتیں، ساری عقیدتیں، ساری اُلفتیں اِس ایک در پر قُربان ہونے کے لائق ہیں ـــــ یہی وُہ در ہے جہاں خالقِ کائنات کی طرف سے درُود و سلام کے گجرے چلے آرہے ہیں ـــــ یہی وُہ در ہے جہاں فرشتے درُود و سلام کی سوغاتیں لا رہے ہیں ـــــ یہی وُہ در ہے جہاں کائنات کے گوشے گوشے سے درُود و سلام کے تحفے چلے آرہے ہیں۔ ـــــ ہاں یہ در نہیں تو کچھ بھی نہیں ـــــ اِس در کی سُرخروئی، ہر در کی سُرخروئی ہے۔"

دیکھئے دیکھئے ابو طالب نے کیا عرض کیا ہے جسے سرکار کی خواہش پر علی مرتضیٰ پیش کر رہے ہیں:-

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ
ثمال الیتامیٰ عصمۃ للارامل[1]

(ترجمہ) وُہ گورے رنگ والے کہ ان کے منہ کے صدقے میں ابر کا پانی مانگا جاتا ہے۔

---

[1] یوسف بن اسمٰعیل نبہانی: شواہد الحق، مصر، ص ۱۶۵ (والبیہقی فی دلائل النبوۃ عن انس رضی اللہ عنہ کما افادہ العلامہ ابنِ حجر العسقلانی)

یتیموں کے جائے پناہ، بیواؤں کے نگہبان۔

اور سُنیئے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیا فرما رہی ہیں:۔

فصلی الملیك و لی العباد
رب العباد علی احمد[1]

(ترجمہ) احمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم پر بندوں کے بادشاہ، بندوں کے والی اور بندوں کے پروردگار نے درود و سلام بھیجا ہے۔

اللہ اللہ! اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ۔[2]

اللہ اور اُس کے فرشتے نبیِ کریم، رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلّم پر درود و سلام بھیج رہے ہیں۔ ع

کعبہ کا کعبہ رُوئے محمّد صلی اللہ علیہ وسلّم

یہ ایک آیت ہدایت کے لیئے کافی ہے ——— حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی عظمت کی ساری تقریریں ایک طرف اور یہ آیت ایک طرف ——— اِس نکتہ کو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سمجھا اور ہم کو سمجھایا ——— کاش ہماری سمجھ میں آجائے ———!

اور دیکھئے بلبلِ چمنستانِ رسالت حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ کیا فرما رہے ہیں:۔

فامسی سراجا مستنیرا هادیا
یلوح کما لاح الصیقل المهند[3]

(ترجمہ) وُہ روشن چراغ اور ہادی بن کر تشریف لائے۔ اور اِس طرح چمکے جس طرح چمکائی ہوئی تلوار چمکتی ہے۔

---

[1] یوسف النبہانی: حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۱۸۷، بحوالہ شمس الدین ناصر الدمشقی، سلوۃ الکئیب بوفاۃ الحبیب

[2] القرآن الحکیم، سورۃ الاحزاب، ۵۶

[3] عبدالرحمٰن البرقوقی: شرح دیوان حسّان بن ثابت، بیروت ۱۹۶۶ء، ص ۱۳۵

(ب) ما ان مدحت محمداً بمقالتی

لکن مدحت مقالتی بمحمد [1]

(ترجمہ) میں نے اپنے کلام سے آپ کی تعریف نہیں کی بلکہ اپنے کلام کو آپ کے نام پاک سے سنوارا ہے۔

(ج) واحسن منك لم ترقط عینی

واجمل منك لم تلد النساءٔ

خلقت مبراء من کل عیب

کانك قد خلقت کما تشاءٔ [2]

(ترجمہ) میری آنکھوں نے آپ سے بڑھ کر آج تک کوئی حسین نہ دیکھا، اور دُنیا جہان کی عورتوں کے آغوش میں آپ سے کامل واکمل پیدا ہی نہیں ہوا ——

آپ ہر عیب سے پاک پیدا ہُوئے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح آپ نے چاہا، خالق نے ایسا ہی آپ کو بنا دیا ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عشق و محبّت سے بھرپور یہ تاثّرات پڑھو اور پھر دیکھو کہنے والے نے کس دِل سے کیا کیا کہہ دیا؟

سنو! حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا فرما رہے ہیں؟

امین مصطفےٰ للخیر یدعوا

کضوء البدر زایله الغمام [3]

(ترجمہ) وُہ امین ہیں، برگزیدہ ہیں —— بھلائی کی دعوت دیتے ہیں —— ہاں وُہ چاندنی ہیں جس سے تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں۔

---

[1] غلام رسول گوہر: احسن الکلام ـ گوہر نظام، قصور

[2] عبد الرحمٰن البرقوقی: شرح دیوان حسان بن ثابت، بیروت، ص ۶۶

[3] تاج الدین السبکی: طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، جلد رابع، ص ۱۶۱، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۴ھ

- آپ نے ان گُل زاروں کی سیر کی ـــــ اب بتایئے آپ نے زندگی کہاں پائی؟ اُن خارزاروں میں یا اِن گُل زاروں میں؟
- آپ نے بہاریں کہاں دیکھیں؟ ـــــ اُن خارزاروں میں یا اِن گُل زاروں میں؟
- آپ نے روشنی کہاں پائی؟ ـــــ اُن خارزاروں میں یا اِن گُل زاروں میں؟
- آپ نے تازگی کہاں محسوس کی؟ ـــــ اُن خارزاروں میں یا اِن گُل زاروں میں؟

سچ بتایئے ـــــ کسی کی رُو رعایت نہ کیجئے ـــــ وُہی کہیئے، آپ کا دِل جس کی گواہی دے ـــــ وُہی بتایئے، آپ کا ایمان جس کی شہادت دے ـــــ بے شک

آں دِیدہ کجُا کہ در جمالِ تو رسد
آں عقل کجُا کہ در کمالِ تو رسد
گیرم کہ تو پردہ بر گرفتی ز جمال
آں رُوح کجُا کہ در جلالِ تو رسد

کیا وُہ محسنِ اعظم جو راتوں کو اپنی اُمّت کی مغفرت و بخشش کے لِیئے اشکبار رہا۔ اور جب تک اُس کے مولیٰ نے یہ پیغام نہ بھجوادیا اُس کو چین نہ آیا:۔

"ہاں کوئی دِن گزرتے ہیں کہ ہم آپ کو آپ کی اُمّت کی طرف سے خوش کر دیں گے اور غمگین نہ ہونے دیں گے۔"

کیا اِس احسانِ عظیم کا بدلہ یہی ہے کہ ہم آپ کی تعریف و توصیف کی بجائے آپ کے حضور زبان کو ایسا بے لگام کردیں کہ خود گویائی شرمانے لگے ـــــ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں!

میرے بزرگو! اور میرے عزیزو! ـــــ بات کسی عالم کے وقار کی نہیں ـــــ بات وقارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلّم کی ہے ـــــ کیا کوئی مسلمان ایک لمحہ کے لِیئے بھی یہ جرأت کرسکتا ہے کہ وُہ اپنی کسی بھی شخصیّت پر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی عزّت کو قربان کر دے ـــــ نہیں نہیں ـــــ معاذ اللہ، معاذ اللہ ـــــ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں ـــــ

تو اپنے دِلوں کو ٹٹولیئے اَور اپنے دماغوں کو کھنگالیئے ـــــــــ بے ادبیوں اَور گستاخیوں کے خس و خاشاک ہوں تو اُن کو نکال پھینکئے کہ دل عرشِ اللہ ہے ـــــــــ اَور پھر ایسوں سے دِل لگایئے جو اَدب کی راہ پر چلائیں کہ یہ فرشتوں کی راہ ہے ـــــــــ جو بے ادبی اَور گستاخی کی راہ سے بچائیں کہ یہ ابلیس کی راہ ہے ـــــــــ جو محبّت کی باتیں بتائیں ـــــــــ جو عِشق کے ترانے گائیں ـــــــــ آیئے عِشقِ مُصطفےٰ سے سرشار ہو کر ہم سب یہ اعلان و اِقرار کریں:

یارسُول اللہ! آپ کی عزّت و نامُوس پر، ہماری عزّت، ہمارے ماں باپ کی عزّت، ہمارے اخلاف و اسلاف کی عزّتیں قربان ہوں ـــــــــ آپ ہماری آبرُو ہیں ـــــــــ آپ ہماری آرزُو ہیں ـــــــــ آپ ہماری زندگی ہیں، ہم آپ ہی کے لِئے زندہ ہیں ۔ ہم آپ ہی کے لئے مریں گے ۔ ہاں ؎

دِل تو جاتا ہے اس کے کُوچے میں
جا، مری جان، جا، خُدا حافظ